پیر سید
جماعت علی شاہ
محدث علی پوری کی
خصوصی تحریریں
ضرورتِ مرشد
انجمن خدام الصوفیہ ڈسکہ

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین و ملت سنوسی پاک و ہند ابو العرب قطب الاقطاب امام العارفین حضور قبلہ عالم الحاج حافظ

پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری

کی خصوصی تحریریں

ضرورتِ مرشد

حسب الحکم

جانشین امیر ملت پروردہ آغوش ولایت واقف اسرار حقیقت

ابن العارف ربانی فخر ملت عالی مرتبت الحاج الحافظ صاحبزادہ پیر سید

محمد فضل حسین شاہ

جماعتی مجددی نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین علی پور سیداں شریف

تحریر و تقریر ...... اعلیٰ حضرت عظیم برکت محدث یگانہ
الحافظ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تعداد ۱۰۰۰

تیسرا ایڈیشن ...... مارچ ۲۰۰۷ء

ترتیب ...... نصیر احمد جماعتی، محمد صادق جماعتی

کمپوزنگ ...... سجاد کمپوزنگ سنٹر، دین پلازہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

قیمت ...... ۵۰ روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میرا پیر خانہ سلامت رہے — سلامت رہے تا قیامت رہے

منقبت درشانِ فخرِ ملت حضرت الحاج الحافظ علامہ

پیر سید افضل حسین شاہ صاحب جماعتی دامت برکاتہم

سجادہ نشین آستانہ عالیہ علی پور سیداں شریف نارووال (سیالکوٹ)

(قبلہ فخرِ ملت کا پسندیدہ کلام)

فقط ''شاہ افضل'' ہیں شانِ علی پور — ہے روشن انہی سے جہانِ علی پور
فضیلت یہ بخشی علی پور کو رب نے — جہاں ہو گیا مدح خوانِ علی پور
''جماعت علیؒ'' کا گھرانہ سخی ہے — بنی ہے سخاوت پہچانِ علی پور
یہی جانشینِ ''جماعت علیؒ'' ہیں — انہیں لوگ کہتے ہیں جانِ علی پور
محبت نے کھینچا علی پور کی جانب — چلے سر کے بل عاشقانِ علی پور
ہُوا ان پہ پیہم کرم پیشوا کا — حاضر ہوئے قدردانِ علی پور
جنہیں ''شاہ افضل'' نے در پر بلایا — وہی پا سکے ہیں فیضانِ علی پور
اسی در کی نسبت سے پہنچے مدینے — ہوئے دل سے جو خادمانِ علی پور
خدا کا ولی ہے مکینِ علی پور — ہے مسحورکن آن بانِ علی پور
کبھی بھول کر بھی نہ اس کو بھلانا — بہت دل ربا ہے نشانِ علی پور
ضرورت رہی نہ اسے پھر ہُما کی — ہُوئے جس پہ راضی سلطانِ علی پور
درِ پیشوا پر پھریں سر جُھکا کر — ہیں شیروں پہ بھاری سگانِ علی پور
بسی ہے ہوا میں مہک پیاری پیاری — کھلے ہیں گلِ گلستانِ علی پور
خدا ''شاہ افضل'' کو عمرِ خضر دے — رہے تا قیامت ایوانِ علی پور
علی پور سے ہو کر مدینے کو جائیں — میسر ہوا جن کو خوانِ علی پور
چلو زائرو! اب نگاہیں جھکا لو — کہ وہ آ گیا ہی میدانِ علی پور
دُعا یہ کرو شادؔ سجدے میں جا کر — رہے اوج پر خاندانِ علی پور

نتیجہ فکر: محمد ظریف شاد جماعتی، بھلوال (سرگودھا)

انتساب

زاہدہ عابدہ سیدہ صوفیہ بی بی

المعروف آپا جی

کے نام

شجرہ طیبہ

فرمان الٰہی ہے:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذریتهم وَ مَا اَلَتْنٰهُمْ مِنْ عملهم من شَیْءٍ (پارہ ۲۷)

(ترجمہ) اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملایا اور ان کے عمل میں ذرا سی بھی کمی نہیں کی۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ نسب والدین کی جانب سے حضرت نبی کریم ﷺ تک پہنچتا ہے۔ اس طرح آپ نجیب الطرفین ہیں۔ آپ کے آباؤ اجداد سب کے سب مومن و متقی، صالح و برگزیدہ حیثیت کے حامل تھے۔ اور آیت بالا کے صحیح مصداق۔ گویا آپ کا شجرہ نسب صحیح معنی میں اس آیت شریفہ سے مطابقت رکھتا ہے۔

كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ

(ترجمہ) مثل اس پاکیزہ درخت کے جس کی جڑ قائم ہے اور شاخیں آسمان میں ہیں۔

حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ اس مقدس اور مستحکم درخت کی وہ پاکیزہ شاخ تھے، جن کا شجرہ نسب ان کے تقدس کی دلیل اور جن کے اعمال صالحہ ان کی علوشان پر شاہد عادل ہیں۔ آپ کی حیات پاک اپنے آباؤ اجداد اور بالخصوص رسول کریم ﷺ کے مکمل اتباع میں بسر ہوئی اور اس آخری دور میں آپ نے اعلائے کلمۃ الحق اور اتباع سنت رسول ﷺ کی وہ ایمان افروز اور روح پرور مثال قائم کی کہ باید و شاید۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ

(ترجمہ) یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہے اپنے فضل سے نوازے۔

شجرہ طیبہ نقشبندیہ مجددیہ

از جناب ماسٹر محمد کرم الٰہی صاحب بی اے ایل ایل بی۔ ایڈووکیٹ سیالکوٹ
خلیفہ مجاز حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز

اے خدا دارین میں خیر الوریٰ کا ساتھ ہو ۔۔۔ شافع اعظم حبیب کبریا کا ساتھ ہو
حضرت صدیقؓ و سلمانؓ قاسمؒ ذی اتقا ۔۔۔ جعفر صادقؒ امام الاصفیا کا ساتھ ہو
بایزیدؒ و بوالحسنؒ بوالقاسمؒ و شہ بو علیؒ ۔۔۔ یوسف ہمدانیؒ یوسف لقا کا ساتھ ہو
عبدالخالق غجدوانیؒ عارفؒ و محمودؒ کا ۔۔۔ اور عزیزان علیؒ حق نما کا ساتھ ہو
حضرت بابا سماسیؒ سید میر کلالؒ ۔۔۔ شہ بہاؤالدینؒ شہ مشکل کشا کا ساتھ ہو
خواجہ عطارؒ و یعقوبؒ و عبید اللہؒ ولی ۔۔۔ خواجہ زاہد محمدؒ پارسا کا ساتھ ہو
خواجہ درویشؒ و امکنگیؒ محمد مقتدا ۔۔۔ حضرت باقی باللہؒ باخدا کا ساتھ ہو
اور مجدد الف ثانیؒ خواجہ معصومؒ کا ۔۔۔ حجۃ اللہؒ اور زبیرؒ اولیا کا ساتھ ہو
خواجہ قطب الدین اشرفؒ شہ جمال اللہؒ ولی ۔۔۔ سید عیسیٰؒ شہ فیض اللہ شاہ کا ساتھ ہو
خواجہ نور محمدؒ بابا تیراہی فقیدؒ ۔۔۔ شہ جماعت علی مقتدا کا ساتھ ہو
میر ملت غوث اعظم۔ اور قیوم زماں ۔۔۔ اس مجدد عصر۔ صدر اولیا کا ساتھ ہو
عارف کامل ولی و متقی پرہیزگار ۔۔۔ شہ محمد حسینؒ شاہ اتقیا کا ساتھ ہو
بہر حسنینؓ و علیؓ و سیدہ خیر النساءؓ ۔۔۔ روز محشر شافع روز جزا کا ساتھ ہو

جملہ یاران طریقت کا بروز حشر بھی
نقشبندی سلسلے کے اولیاء کا ساتھ ہو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت امیر ملت الحاج حافظ قاری پیر سید

جماعت علی شاہ محدث یگانہ علی پوری

کی مختصر سوانح حیات

حضرت امیر الملّت الحاج پیر سید جماعت علی صاحب محدث علی پوری، حضرت پیر سید جماعت علی شاہ ابن سید کریم علی شاہ صاحب علی پوری کی ولادت باسعادت ۱۲۵۷ھ، ۱۸۴۱ء میں علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ میں ہوئی۔ حضرت امیر الملّت نجیب الطرفین سید ہیں اور سید قطب شیرازی کی اولاد امجد ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب ۳۸ واسطوں سے حضرت امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰؓ تک پہنچتا ہے۔ آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کرلیا۔ آپ کی پیشانی مبارک پر بچپن ہی سے نورِ ولایت اور مجددانہ بزرگی کے آثار نمایاں تھے۔ قرآن کریم حفظ کرنے کے بعد آپ نے نامور اساتذہ عصر سے کتب معقول و منقول و تفسیر، فقہ اور حدیث شریف کی تعلیم حاصل کر کے سند فضیلت پائی۔ حضرت اقدس سائیس علوم و فنون کے جامع تھے اور تبحر علمی میں یگانہ ہستی تھے۔ خصوصاً حفظ حدیث کا یہ عالم تھا کہ ایک بار آپ نے بطور تحدیث نعمت فرمایا کہ مجھے دس ہزار احادیث بمعہ اسناد زبانی یاد ہیں۔ جس کا دل چاہے میرا امتحان لے لے۔ علوم ظاہری کی منزلیں طے فرما کر آپ فیوض باطنی و روحانی کی طرف متوجہ ہوئے اور امام الکاملین پیشوائے واصلین حضرت فقیر محمد صاحب المعروف باباجی تیراہی آسرا رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ

نقشبندیہ میں داخل ہوئے اور بہت قلیل مدت میں خلافت و اجازت کی نعمت سے سرفراز فرمائے گئے۔

خرقۂ خلافت ملنے کے بعد حضرت امیر الملّت نے افغانستان کی آخری سرحد سے راس کماری، کشمیر سے مدراس اور برما سے ایران تک تبلیغ و اشاعت اسلام کے سلسلہ میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ حضرت والا مہینوں برسوں تبلیغی دورے فرماتے رہے، لاتعداد افراد کو راہ ہدایت دکھائی، بے شمار غیر مسلموں نے آپ کے ہاتھ پر دین اسلام قبول کیا۔ برصغیر پاک و ہند میں آپ نے جابجا دینی مدرسے اور مسجدیں تعمیر کروائیں۔

۱۹۰۴ء میں آپ نے لاہور میں انجمن خدام الصوفیہ کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۱۰ء میں حجاز ریلوے لائن کے لیے چھ لاکھ روپے عطا کیے۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے لیے تین لاکھ روپے بطور چندہ مرحمت فرمائے۔ ۱۹۱۴ء میں آپ نے علی سیداں میں سنگ مرمر کی عظیم الشان اور نہایت خوبصورت مسجد نور تعمیر کروائی۔ اس کی تعمیر پر لاکھوں روپیہ اپنی جیب خاص سے صرف فرمایا۔ مسجد نور حضرت امیر الملّت کے تعمیراتی ذوق جمال کی آئینہ دار ہے۔ تحریک خلافت میں بھی آپ نے لاکھوں روپے دیئے۔ ۱۹۲۳ء میں شدھی کی تحریک کے خلاف آپ نے بھرپور جدوجہد فرمائی۔ آگرہ میں تبلیغی مرکز قائم کیا اور لاکھوں فرزندان توحید کو ظلمت کفر میں داخل ہونے سے روکا۔ یہ آپ ہی کی ذات والا صفات تھی جس نے مرزائے قادیان کے باطل دعوؤں کی زبردست تردید کی۔ تحریک ترک موالات و ہجرت کے ضرر سے آپ ہی نے مسلمانوں کو آگاہ کیا۔ ۱۹۳۰ء میں شاردا ایکٹ بہ نفس نفیس توڑا۔ ۱۹۳۵ء مسجد شہید گنج لاہور کی بازیابی کی تحریک چلی تو حضرت امیر الملّت نے اپنی بے مثال خطابت کے ذریعے لاکھوں مسلمانوں کے قلوب میں مسجد کی بازیابی کے لیے بے پناہ جوش و خروش پیدا کر دیا۔

آپ نے پانچ لاکھ مسلمانوں کے فقید المثال جلوس کی قیادت فرمائی۔ ملت نے متفقہ طور پر آپ کو امیر الملّت کا خطاب دیا۔ آپ ہمہ وقت عشق رسول سے سرشار رہتے تھے۔ سرکار مدینہ کا اسم گرامی سنتے ہی آنکھیں پرنم ہو جاتیں۔ سرزمین عرب سے آپ کو حد درجہ محبت تھی، وہاں تشریف لے جاتے تو کرم و عطا اور جود و سخا کا عالم ہی کچھ اور ہوتا، وہاں پر خاص و عام آپ کو ابو العرب کہا کرتے تھے۔ حضرت فرمایا کرتے تھے مدینہ میرا وطن ہے۔ آپ نے جتنے حج ادا کیے ان کا شمار ممکن نہیں ہے۔ برصغیر پاک و ہند اور سرزمین اسلام کے تمام علماء و فضلاء اور اکابر آپ کا نہایت احترام کرتے تھے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ آپ کے قدموں میں بیٹھنا سعادت عظمیٰ گردانتے تھے۔ مختلف ریاستوں اور سلطنتوں کے حکمران کسی نہ کسی شکل میں حضرت امیر الملّت سے تعلق خاطر رکھتے تھے اور حضرت ان کی بلا خوف لومۃ لائم دینی و اخلاقی اصلاح فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے ایک مرتبہ سنت نبوی کی خلاف ورزی پر شریف مکہ کی سرعام سرزنش فرمائی۔ اسی طرح بارہا آپ نے نظام دکن کی بھی سرزنش فرمائی۔ نادر شاہ والئی افغانستان کو فہمائش کی کہ آپ کے فوجی جوتوں سمیت مسجد میں نماز پڑھتے ہیں، یہ خلاف سنت ہے انہیں حکم دیجئے کہ جوتے اُتار کر نماز پڑھا کریں۔ حضرت قبلہ عالم کے مزاج میں استغنیٰ درجۂ کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ سلاطین و امراء و روٴسا سے ملاقاتوں میں حضرت کی یہ صفت عالیہ مزید نمایاں ہو کر سامنے آتی تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا ہاتھ اس شہنشاہ کے خزانے میں ہے جو ساری کائنات کا پروردگار ہے، پھر ہمیں کسی کی کیا پرواہ۔ مشائخ کی ایک دعوت میں آپ نے وائسرائے ہند کو بھی زجر و توبیخ فرمائی اور وہ دم بخود رہ گیا تھا۔ تحریک پاکستان میں قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم لیگ کو حضرت امیر الملّت کا پورا پورا تعاون حاصل رہا۔ آپ کی مجاہدانہ کوششوں نے تحریک پاکستان کا کام بہت آسان کر دیا۔ حضرت اقدس نے پیش گوئی

فرمائی تھی کہ ان شاء اللہ پاکستان قائم ہو کر رہے گا۔ حضرت امیر الملت نے نہایت پر جوش انداز میں تحریک پاکستان کی حمایت فرمائی۔ ۱۹۴۶ء میں سرینگر میں قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت نے قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کو دو جھنڈے عطا فرمائے، ایک سبز رنگ کا اور دوسرا سرخ و سیاہ رنگ کا، آپ نے فرمایا: سبز رنگ مسلم لیگ کا ہے اور دوسرا کفر کا، پھر آپ نے اشتہارات کے ذریعے اعلان فرمایا کہ مسلمانو! مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو جاؤ۔ اس وقت دو پرچم ہیں ایک ہلالی پرچم مسلم لیگ کا، دوسرا کفر کا، فیصلہ تم کرو کہ کس کا ساتھ دینا ہے۔ اس فرمان کی تکمیل میں بیس لاکھ سے زائد مریدوں اور عقیدت مندوں نے مسلم لیگ کو ووٹ دیا۔ ۱۹۴۶ء میں بنارس شہر میں حضرت امیر الملت کے زیر صدارت آل انڈیا سنی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں پانچ ہزار سے زائد مشائخ اور علماء نے شرکت فرمائی۔ امیر الملت نے اس کانفرنس کے خطبہ صدارت میں پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا اور یوں سلطنت خداداد پاکستان معرض وجود میں آئی۔

حضرت اقدس کی ذات میں یہ خصوصیت دیکھی گئی کہ جو کچھ زبان مبارک سے نکلا پورا ہوا۔ حضرت کی بے شمار کرامتیں آج بھی لاکھوں افراد کی زبانوں پر ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی حیات مبارکہ کا کوئی لمحہ کرامت سے خالی نہ تھا۔ آپ ولی کامل و اکمل اور اعلیٰ روحانی مدارج کے حامل اور مرتبہ غوثیت وقطبیت پر فائز تھے۔ یہ آپ کی ذات والا صفات تھی جس نے برصغیر کے تمام دینی و دنیوی فتنوں کا تن تنہا مقابلہ کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سب کو پسپا کر دیا۔ قیام پاکستان کے بعد حضرت امیر الملت نے سنی و جسمانی ضعف و عوارض کے باوجود اسلامی آئین کے نفاذ کی زبردست کوشش کی اور اس غرض کے لیے ملک بھر میں جگہ جگہ دورے کیے۔

آپ کے کارہائے عظیم اور مجددانہ کمالات بیان کرنے کے لیے دفتر کے دفتر

درکار ہیں۔ حضرت کے فیض وکرم سے آپ کے خلفاء بھی اپنی اپنی جگہ اولیائے کامل تھے اور انہوں نے حضرت کا روحانی سلسلہ برصغیر کے گوشے گوشے اور عالم اسلام کے ہر خطے میں پھیلایا اور آج دنیا بھر میں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں آپ کے نام لیوا اور عقیدت مند موجود نہ ہوں۔ ہر فرد بشر بلا لحاظ مذہب وملت آپ کی نورانیت سے متاثر ہوتا تھا اور لاتعداد غیر مسلم بھی آپ سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ حضرت کی نگاہ اس قدر پر اثر ہوا کرتی تھی کہ جس پر پڑ گئی اسے کامل کر دیا۔ آخر کار ایک سو گیارہ برس کے سن شریف میں ۳۰، ۳۱۔ اگست ۱۹۵۱ء بروز جمعرات وجمعۃ المبارک کی درمیانی شب پونے دس بجے آپ واصل بحق ہوئے۔ حضرت نے اپنے پیچھے تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی چھوڑی۔ آپ کا مزار پرانوار علی پور شریف ہی میں ہے۔ حضرت کے روضہ اقدس کی تعمیر واصل بحق ہونے کے بعد فوراً ہی مزار شریف کی تعمیر حضرت قبلہ امیر ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد ہی شروع ہو گئی تھی اور حضرت قبلہ جوہر ملت حافظ حاجی پیر سید اختر حسین شاہ صاحب نے مزار شریف کی تعمیر کا کام اپنی زیر نگرانی کرایا اور گنبد شریف پر سفید رنگ کی ٹائلیں لگوائیں۔ مزار شریف کی کلس پر ایک کلو وزن سے زیادہ سونا لگوایا۔ برآمدے کے اوپر جالیوں میں قرآنی آیات کندہ کروائیں۔ اسی طرح گنبد شریف کے اوپر بھی جو قابل دید ہے۔ گنبد کے اندر کے حصے پر حضرت معین الملت پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب نے اپنی رضا اور خوشی سے سنگ مرمر لگوایا۔ مزار شریف کے برآمدہ کی چھت چونکہ لکڑی کی تھی، اس لئے وقت گزرنے کے ساتھ خراب ہو گئی جو کہ حضرت قبلہ حافظ پیر سید افضل حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی نے تبدیل کر کے نہایت مضبوط لنٹر ڈلوایا اور اس کے نیچے نہایت خوبصورت مختلف رنگوں کی دیدہ زیب ٹائلیں لگوائیں۔ مزار شریف کے اندر فرش سے لے کر گنبد کی اونچائی تک سنگ مرمر کے اوپر شیشے کا کام کروایا۔ جو نہایت خوبصورت اور قابل دید ہے۔ اسی طرح مزار شریف کے ساتھ مسجد نور جو حضرت قبلہ امیر

ملت رضی اللہ عنہ کی تعمیر کردہ ہے اس کی تعمیر نو کروائی اور لنٹر ڈلوایا۔ نہایت دیدہ زیب ٹائلیں لگوائیں جن میں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنٰی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے گرامی کنندہ ہیں۔

مزار اقدس کے چاروں گوشوں سمیت ساری تعمیر سنگ مرمر سے کی گئی ہے۔ گنبد شریف کی بلندی نوے فٹ ہے۔ عقیدت مند میلوں دور سے جمال جہاں آرا کا نظارہ کرتے اور قلبی وروحانی سکون حاصل کرتے ہیں۔

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں
کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں!

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

O

محمد کا گھرانا ہے گھرانا شہ جماعت کا
بھرا ہے ہر خزانے سے خزانہ شاہ جماعت کا

سخی ابن سخی کا فیض بھی سب سے نرالا ہے
وظیفہ خوار ہے سارا زمانہ شاہ جماعت کا

اسی دل میں نبی ﷺ کے عشق کے انوار ملتے ہیں
ہے جس دل کے جھروکوں میں ٹھکانا شاہ جماعت کا

جسے اہل نظر سب مرکز فیضان کہتے ہیں
وہ فردوس نظر ہے آستانہ شاہ جماعت کا

میرے ہاتھوں میں ہے محبوب کے محبوب کا دامن
خوش قسمت کہ ہے یہ دل نشانہ شاہ جماعت کا

ڈرا سکتے نہیں اس کو غموں کی دھوپ کے تیور
تنا ہے جس کے سر پر شامیانہ شاہ جماعت کا

تجلی والیت کا امیں ہے خاندان سارا
ہے کامل سب گھرانے کا گھرانا شاہ جماعت کا

ولایت کے سبھی اسرار اس پر کھل گئے سارے
سنا جس نے بیان عارفانہ شاہ جماعت کا

غموں کا وار اے خالد کبھی اس پر نہیں چلتا
زباں پر جس کی رہتا ہے فسانہ شاہ جماعت کا

جلسے کا وعظ

(بمقام اکبری مسجد بتاریخ ۲۶ نومبر ۱۹۲۴ء)

ارشاد فرمایا کہ وعظ تو آپ بہت سن چکے۔ وقت بہت گزر گیا ہے۔ اس لئے فقیر صرف چار ضروری مسائل آپ کو سنائے گا۔ اگر آپ نے ان کو یاد رکھا اور عمل کیا، تو ہدایت کے لئے یہی کافی ہے۔

ہم ایک مرتبہ حیدر آباد دکن گئے تھے۔ ہمارے ساتھ ایک مولوی صاحب نے کئی گھنٹے فاضلانہ تقریر فرمائی۔ لوگوں نے مجلس وعظ سے اُٹھ کر مولوی صاحب کے وعظ کی بڑی تعریف کی۔ ہم جلسے سے قبل اختتام چلے آئے تھے۔ ہم نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ بتاؤ۔ مولوی صاحب نے کیا بیان کیا تھا۔ لوگوں نے جواب دیا یہ تو ہم کو یاد نہیں کہ انہوں نے کیا کیا کہا تھا۔ مگر غضب ہی کر دیا تھا۔ مولوی صاحب بہت اچھا وعظ فرماتے ہیں۔

بھائیو! ایسے اچھے وعظ کا کیا فائدہ ہے۔ تھوڑی دیر کی واہ واہ کے علاوہ کچھ حاصل نہیں۔ اگر آپ کے سامنے دو چار ہی مسئلے بیان کئے جائیں اور تم ان کو تمام عمر یاد رکھو اور ان پر عمل کرو تو وہ تمہارے کام آسکتے ہیں۔ بس میں آج صرف چند ضروری باتیں بیان کروں گا۔

(۱) یقین رکھو کہ تمہارا خالق، رازق، رب صرف وہی اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی کی یاد اور عبادت میں لگے رہو۔ چونکہ اس کی رضا جوئی اور معرفت بدون پیغام رسالت ناممکن اور محال ہے۔ اس لئے جان لو کہ حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حبیب، ختم النبیین اور شفیع المذنبین ہیں۔ ایمان کے دو بازو ہیں۔ ایک بازو توحید کا ہے اور دوسرا رسالت کا، جس طرح کوئی پرندہ صرف ایک بازو سے پرواز کر کے اپنے آشیانے تک نہیں پہنچ

سکتا، اسی طرح تم بھی ایمان کے ان دونوں بازوؤں یعنی توحید اور رسالت کے بغیر منزل مقصود تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔

اسلام کا کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ جو اصل ایمان ہے۔ اس میں پہلا حصہ توحید کا ہے اور دوسرا حصہ رسالت کا ہے۔ کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا، جب تک وہ جناب رسالتمآب ﷺ پر ایمان نہ لائے اور آپ کے ساتھ محبت کامل نہ ہو۔ کیونکہ حضور ﷺ کی محبت ہی عین ایمان ہے اور اس بارے میں خود قرآن کریم اور احادیث نبوی ﷺ شاہد عادل ہیں۔ اکیسویں پارے سورہ احزاب کے پہلے رکوع میں ارشاد باری ہوتا ہے۔ "اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ" (ترجمہ) نبی کریم ﷺ تمام مسلمانوں کے لئے ان کی اپنی جانوں سے بھی اولیٰ ہیں۔" اس آیت پر ایمان لانا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اس آیت کی رو سے ثابت ہے کہ مسلمان حضور ﷺ کو اپنی جانوں سے بھی افضل سمجھیں۔ اگر کوئی ایسا نہیں ہے تو وہ مومن ہی نہیں ہے۔

اب حدیث شریف سنو لو۔ فرمایا رسول کریم ﷺ نے "لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّلَدِہٖ وَوَالِدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ" (ترجمہ) کوئی آدمی تم میں سے مومن نہیں ہے جب تک وہ آپ ﷺ کے ساتھ اپنی اولاد، اپنے ماں باپ اور سارے جہان سے زیادہ محبت نہ رکھتا ہو۔" پس ہر شخص جس کو مومن ہونے کا دعویٰ ہے۔ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھ لے کہ کہاں تک وہ اس آیت اور حدیث کے مطابق حضور ﷺ کے ساتھ محبت کامل رکھتا ہے اور آیا وہ مومن کہلانے کا مستحق بھی ہے کہ نہیں، پس اپنے ایمانوں کو محبت رسول کریم ﷺ کے ساتھ کامل اور مضبوط کر لو۔

(۲) دوسرا مسئلہ یہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جب دین اور دنیا کے دو کام پیش

آ ئیں، تو تم پہلے دین کے کام کو سرانجام دو۔ یقین رکھو کہ تمہارا دنیا کا کام بفضلہٖ تعالیٰ خود بخود بوجہ احسن انجام پذیر ہو جائے گا۔

مجھے ایک عرب کی روایت یاد آئی۔ ایک دفعہ جمعہ کا دن تھا۔ اس کو نماز جمعہ ادا کرنا بھی ضروری تھی اور ساتھ ہی اس کا اونٹ گم ہو گیا تھا۔ اس کو تلاش کرنا بھی ضروری تھا۔ نیز اس غریب عرب کے کھیت میں پانی دینے کی باری بھی آ گئی تھی۔ اب اس کو یہ مشکل درپیش تھی کہ اگر جمعہ پڑھتا ہے تو گم شدہ اونٹ کی تلاش رہی جاتی ہے اور کھیت میں پانی نہ دے تو سال بھر کی پیداوار سے بھی محروم رہا جاتا ہے۔ مگر عرب کی قوت ایمانی نے فیصلہ کیا اور صحیح فیصلہ کیا، کہ اگر جمعہ ادا نہ ہو تو آخرت کا دائمی نقصان ہے۔ جس کی تلافی ناممکن ہے۔ ہاں! اونٹ نہ ملا تو دوسرا اونٹ بھی خریدا جا سکتا ہے اور کھیت میں پانی نہ آیا تو روزی پہنچنے کے اور بھی بہت سے وسیلے ہو سکتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا"

(ترجمہ) زمین پر جتنے جاندار چلتے پھرتے ہیں ان سب کی روزی اللہ کے ذمہ ہے۔" جب کوئی عاجز انسان کھانے کی دعوت کرتا ہے، تو اس کے وعدے پر بھروسہ کر کے آدمی بے فکر ہو جاتا ہے اور اسے اطمینان ہو جاتا ہے کہ آج کا کھانا اسے مل جائے گا۔ بھلا وہ قادر و قیوم رزاق مطلق روزی اپنے ذمے کر لے تو پھر کسی کو کیا فکر ہو۔ ضرور کسی نہ کسی بہانے سے روزی مل ہی جائے گی۔

پس یہ یقین کر کے وہ عرب نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے چلا گیا۔ جب فارغ ہو کر گھر آیا تو اس نے دیکھا کہ اونٹ مکان میں بندھا ہوا ہے۔ عرب نے اپنی اہلیہ سے پوچھا کہ گم شدہ اونٹ کس طرح آ گیا۔ اس نے جواب دیا۔ میاں! بھیڑیے اس کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ یہ بے تحاشا بھاگتا ہوا آ رہا تھا۔ جب گھر میں داخل ہو گیا تو

میں نے باندھ دیا۔ بھیڑیے جنگل کو واپس چلے گئے۔ اس سے مطمئن ہو کر وہ عرب اپنے کھیت میں پہنچا تو دیکھا کہ تمام کھیت پانی سے بھرا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر بے چارہ عرب حیران رہ گیا۔ آخر ہمسایہ سے پوچھا کہ بھائی ہمارا کھیت پانی سے کس طرح بھر گیا۔ ہمسایہ نے جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے حال پر اپنا فضل فرمایا، ہم اپنے کھیت میں پانی دے رہے تھے۔ پانی دینے والا سو گیا۔ ہمارے کھیت سے پانی ٹوٹ گیا اور جب تمہارا برابر والا کھیت بھر گیا تب آنکھ کھلی۔ اس روایت سے بخوبی ظاہر ہے کہ عرب نے دینی کام ''نماز جمعہ'' کو مقدم سمجھا اور دنیا کے کام چھوڑ کر نماز کے لئے چلا گیا تو خدائے تعالیٰ نے اس کے دنیاوی کام بھی بنا دیے۔

(۳) تیسرا مسئلہ یہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ جسم انسانی تم کو مستعار دیا گیا ہے۔ یہ تمہارا اپنا دائمی مملوکہ و مقبوضہ نہیں ہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی امانت ہے جو تم کو کچھ عرصے کے لئے مستعار دیا گیا ہے۔ اس سے تم جو کام لے لو وہ تمہارا ہے۔ بہت کم آدمی اس نکتے کو سمجھتے ہیں۔ اکثر اس جسم مستعار کو اپنا متاع دائمی سمجھ رہے ہیں۔ اسی لئے اس کے نشو و نما میں منہمک رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ روزہ محض اس لئے نہیں رکھتے کہ کہیں ہمارا یہ جسم کمزور نہ ہو جائے۔ حالانکہ اس جسم کو تو مالک کی طلبی پر ایک روز تم سے جدا ہو جانا ہے۔ سمجھ دار آدمیوں کا یہ مسلمہ اُصول ہے کہ جب وہ کوئی چیز کسی سے مستعار مانگتے ہیں تو تھوڑے عرصے ہی میں اس سے اپنا سارا کام لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ تاکہ اس چیز کے واپس مانگ لئے جانے پر کام نہ کر لینے کی حسرت سے بچ جائیں۔ میرے عزیزو! اس جسم سے زادِ آخرت تیار کر لو۔ اس کو تو ایک روز اپنے مالک کے طلب کر لینے پر تم سے جدا ہو جانا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم کو اپنی غلط فہمی کی بنا پر کہ اس کو اپنی متاع سمجھ بیٹھے ہو، کوئی کام نہ کرنے کی حسرت اُٹھانی پڑے۔ (اس موقع پر حضور ﷺ نے بہت سے نیکوکار صالحین کا نمونہ پیش کیا۔ جنہوں نے صحیح معنوں میں اپنے جسم کو
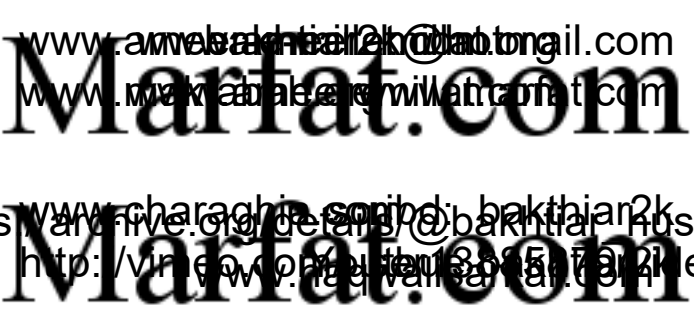
نے تفرقی اندازی کی۔ ہندوستان میں سات کروڑ مسلمان ہیں۔ ساڑھے چھ کروڑ تو ہم اہل سنت والجماعت ہیں اور ہم میں سے تفرقہ انداز ڈاکوؤں نے ڈاکہ مار کر، نااتفاقی کا بیج بو کر، ہمارے کچھ بھائیوں کو گمراہ کر دیا۔ صرف پچاس لاکھ آدمی یا اس سے بھی کم ہم میں نکل کر مرزائی، وہابی، چکڑالوی، بابی وغیرہ ہو گئے۔ بے اتفاقی انہوں نے کی۔ ہم تو اتفاق کے لئے تیار ہیں اور اتفاق پر قائم ہیں اور الحمد اللہ اسی اتفاق پر قائم رہیں گے اور اسی اتفاق پر مریں گے۔ نااتفاقی کرنے والوں کو جہنم کی آگ سے ڈرنا چاہئے اور توبہ کر کے پھر سواد اعظم مذہب اہلسنّت والجماعت میں شامل ہو جانا چاہئے۔

دیکھو بکریوں کا ایک گلہ ہے۔ جو بکری اپنے گلے سے باہر نکلے گی اور بھٹک جائے گی اس کو بھیڑیا پکڑے گا۔ جو بکری اپنے گلے سے باہر نہیں نکلے گی، اس کو بھیڑیا نہیں پکڑے گا۔ پس اسی طرح جو کوئی ہم میں سے نکل جائے گا، شیطان اس کو گمراہ کر دے گا۔ ڈاکو ڈاکہ مارنے میں سرگرم اور درپے آزاد ہیں۔ تم اپنے ایمان کو مضبوط رکھو۔ ایمان کے بہت سے رہزن طرح طرح سے تمہارے ایمان کو چرانے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں، نہ ان کی مجلس میں جاؤ، نہ ان کی صحبتوں میں بیٹھو، نہ ان کی بات سنو۔

میں ایک مرتبہ پنجاب میں سفر کر رہا تھا۔ ایک زمیندار نے میرے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور دریافت کیا کہ ایک مولوی صاحب نے فرمایا ہے کہ غیر اللہ کا نام لینے سے چیز حرام ہو جاتی ہے۔ میں نے اس زمیندار سے کہا کہ یہ کھیت کس کا ہے۔ اس نے کہا میرا، میں نے پوچھا یہ لڑکا کس کا ہے۔ اس نے جواب دیا میرا، میں نے پوچھا یہ بیل کس کا ہے۔ اس نے کہا میرا ہے، میں نے سوال کیا کہ بھائی! خدا تعالیٰ کا نام تو تم نے کسی چیز پر بھی نہیں لیا، تو کیا سب چیزیں حرام ہو گئیں۔ اس مولوی سے کہو کہ اس کی بیوی بھی اس پر حرام ہے۔ کیونکہ اس عورت پر اس کا نام آ گیا۔ نہیں! تبھی تو اس پر حلال ہوئی ہے۔

ملفوظات مبارک

(۱) کلمہ شریف کے دو جز ہیں۔ جز واوّل توحید یعنی لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ جز ودوم مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰـہِ۔ان دونوں جزووں میں کوئی فاصلہ نہیں ہے۔ جہاں سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی حد ختم ہوئی وہیں سے محمد رسول اللہ کی حد شروع ہوئی۔

(۲) ہمارے لئے سب سے اعلیٰ اور سب سے افضل نعمت ایمان کی نعمت ہے۔ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ تو شیطان بھی کہتا ہے۔ پھر اس کو لعنتی کیوں کہتے ہیں۔ دنیا میں جتنے فرقے ہیں۔ سب اپنے اپنے طور پر توحید کے قائل ہیں۔ پھر ملعون کیوں ہیں۔ اس وجہ سے کہ وہ صرف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتے محمد رسول اللہ نہیں پڑھتے۔

(۳) کلمہ شریف کے دو اجزاء ہیں پرندے کے دو پروں کی طرح۔ پرندے کا ایک پر ٹوٹ جائے تو وہ ایک پر سے بالشت بھر نہیں اُڑ سکتا۔ ایسے ہی ہمارا کلمہ بارگاہ الٰہی میں نہیں پہنچ سکتا، جب تک اس کے دونوں پر یعنی دونوں جزو توحید و رسالت سالم نہ ہوں۔

(۴) اسلام کا سارا دارومدار توحید و رسالت کے عقیدے پر ہے۔ جس مکان کی بنیاد ٹھیک نہ ہو وہ عمارت کب ٹھہر سکتی ہے۔ توحید اور رسالت بنیاد کی مانند ہیں۔ باقی سب نماز روزہ اعمال وغیرہ عمارت ہیں۔ پس جس مکان کی بنیاد مضبوط ہوگی، اس پر عمارت بھی اچھی قائم ہوگی۔

(۵) انبیاء کرام کے جسموں کو زمین نہیں کھا سکتی۔ زمین ان کے جسموں کو چھوتی بھی نہیں۔

(۶) رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص محبت سے درود شریف پڑھتا ہے، میں اپنے کانوں سے اس کو سنتا ہوں۔

(۷) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجھ پر سلام بھیجے گا۔ میں اس کے سلام کا

جواب دوں گا۔

(۸) ایک شخص کو دوسرے نے بیلوں کی ایک جوڑی اور زمین دے دی۔ وہ شخص سال بھر تک محنت کرتا رہا۔ ہل چلایا۔ پھر فصل بوئی۔ اس کو پانی دیتا رہا۔ کھیت میں سے گھاس پھوس تنکے چنتا نکالتا رہا۔ دن رات اسی فکر میں لگا رہا۔ فصل پک گئی تو کاٹ کر دانہ بھوسا الگ الگ کیا۔ پھر دانوں کو صاف کیا۔ پھر چکی لا کر اس میں آٹا پیسا۔ لکڑیاں جمع کیں۔ چولھا بنایا۔ آٹا گوندھا۔ توا تلاش کر کے لایا۔ ساری محنت کر کے روٹی پکائی اور پیٹ بھرا۔ یہ شریعت ہے اور کسی نے اس شخص کو پکی پکائی روٹی دے دی اور اس نے کھالی، یہ طریقت ہے۔

(۹) بارگاہ الٰہی میں پہنچنے کے دو راستے ہیں۔ پہلا شریعت دوسرا طریقت، دونوں برحق، دونوں نور علیٰ نور، فرق اتنا ہے کہ شریعت کا راستہ بڑا اور لمبا ہے اور طریقت کا راستہ قریب اور نزدیک۔

(۱۰) میرے والد صاحب قبلہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ لوگ لے کر خوش ہوتے ہیں۔ ہم دے کر خوش ہوتے ہیں۔ لوگ کھا کر خوش ہوتے ہیں۔ ہم کھلا کر خوش ہوتے ہیں۔

(۱۱) دنیا کی چیزوں کی محبت دل سے نکالنا اور خدا کی محبت کو دل میں جگہ دینا حج ہے۔

(۱۲) جتنی مخلوق ہے وہ سب دنیا کے جال میں پھنسی ہوئی ہے۔ وہ بڑا شہزور ہوگا جو اس جال کو توڑے گا۔ جال کے اس توڑنے کا نام حج ہے۔

(۱۳) جو شخص حج کے لئے گھر سے نکلتا ہے۔ وہ رب کا مہمان ہوتا ہے۔ جو شخص کسی کے مہمان کی خدمت کرے وہ میزبان کا دل خوش کرتا ہے اور جو کسی کے مہمان کو تکلیف دے وہ گویا میزبان کو تکلیف دیتا ہے۔ اسی لئے حاجیوں کی خدمت عین موجب خوشنودی اللہ تعالیٰ ہے۔

(۱۴) شیطان اور نفس دو دشمن ہمارے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ حج میں ہم بارگاہ

ایزدی میں ننگے سر ننگے پیر جاتے ہیں۔ یعنی احرام باندھ کر فریادی بن کر، کہ بر آلہا! ہمیں ان دشمنوں سے بچا۔ اس میں رب کا کوئی فائدہ نہیں، ہمارا اپنا فائدہ ہے۔

(۱۵) زبان اللہ تعالیٰ نے ایک دی، وہ بھی دو کواڑوں کے درمیان، اس کو ان دو کواڑوں کے اندر بند رکھو۔ جب ضرورت ہو تو تبھی اس کو باہر نکالو۔ بے ضرورت اس سے کام مت لو۔

(۱۶) جو شخص یہ تمنا رکھتا ہے کہ میرا رب مجھ سے راضی ہو، اس کو لازم ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کو راضی رکھے۔ اگر ماں باپ ناراض ہوئے تو اسے یقین کر لینا چاہئے کہ میرا رب بھی مجھ سے ناراض ہے۔

(۱۷) ماں باپ اگر اولاد کو عاق کر دیں تو ان کا روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ اُدھر بندہ ناراض تو اُدھر رب بھی ناراض۔

(۱۸) جس طرح بندہ رب کا حق ادا کرنے سے قاصر و عاجز ہے۔ اسی طرح اولاد بھی ماں باپ کے حقوق ادا کرنے سے عاجز ہے۔

(۱۹) دل کو آرام اسی وقت مل سکتا ہے جب آدمی یا خود ذکر کرے۔ یا ذکر کرنے والوں کی صحبت میں بیٹھے۔

(۲۰) ذکر کرنے والے کے دل میں اللہ تعالیٰ دنیا اور دنیا والوں سے استغنا پیدا کرتا ہے۔

(۲۱) ایک شخص دنیا کے غموں اور فکروں سے پریشان تھا اور دل کے آرام سے بالکل نا اُمید ہو گیا تھا۔ ایک روز وہ ایک درویش کی خدمت میں جا بیٹھا۔ جب تک اس کی خدمت میں رہا اس کے دل کو آرام اور چین حاصل رہا۔ اس نے اپنے حسب حال یہ شعر پڑھا۔

نا سکھ گھوڑے پالکی، نا سکھ چھتر کی چھاں
یا سکھ ہر کی بھگت میں، یا سکھ سنتا ماں

(۲۲) اعلیٰ حضرت قبلہ عالم امیر ملت محدث علی پوریؒ نے فرمایا کہ ذکر کی دو قسمیں ہیں ایک زبان سے دوسرا دل سے ایک دفعہ بھی اللہ کا لفظ زبان سے نکلا تو وہ زبان کا ذکر ہوا۔ دل سے ایک مرتبہ اللہ کو یاد کیا تو تین کروڑ پچاس لاکھ مرتبہ ذکر زبان کے برابر ہوگا۔ یہ دل کا ذکر ہے۔ سارے جسم کی رگیں تین کروڑ پچاس لاکھ ہیں۔ دل سے یہ ساری رگیں لگی ہوئیں ہیں۔ ایک دفعہ دل سے اللہ کا نام لیا تو ساری رگیں بھی اللہ کا نام لیتی ہیں۔

(۲۳) جتنے ذکر ہیں، ان سب سے بڑھ کر ''اللہ'' کا ذکر ہے۔

(۲۴) اللہ کا ذکر کرنے والوں کا مخلوق کے سامنے یہ حال ہے کہ کپڑے پہننے کو نہیں، جسم کو مٹی لگی ہوئی ہے۔ دروازوں سے ان کو نکال دیا جاتا ہے۔ مگر اللہ کے دربار میں ان کا یہ حال ہے کہ ان کی زبان سے جو نکل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ وہی کرتا ہے۔ (حدیث صحیح کی یہی تفسیر ہے)

(۲۵) اطمینان ظاہر اور چیز ہے اور اطمینان قلب دوسری چیز ہے۔ جس نے سچے دل سے کلمہ شریف پڑھ لیا، اس کو مومن کہیں گے۔ مگر دل کو آرام نصیب ہوگا صرف اللہ کے ذکر سے۔ رب تعالیٰ خود فرماتے ہیں۔ ''الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب'' (ترجمہ) یاد رکھو کہ دلوں کو اطمینان صرف اللہ کے ذکر سے حاصل ہوتا ہے۔''

(۲۶) دریا میں کشتی پانی کے اُوپر رہتی ہے۔ جتنا پانی زیادہ ہوگا کشتی کو آسانی ہوگی۔ اگر وہی پانی کشتی کے اندر آجائے تو کشتی ڈوب جائے گی۔ دل کشتی ہے اور دنیا کے رنج وغم پانی۔ سب کی کشتی ڈوبی ہوئی ہے مگر اللہ کے بندوں یعنی ذاکروں کی کشتی تیرتی رہتی ہے۔

(۲۷) صوفیائے کرام نے مقرر کیا ہے کہ ہر دم پر ذکر کیا جائے۔ رات دن میں چالیس ہزار سانس آتا جاتا ہے۔ گویا ۲۴ گھنٹوں میں چالیس ہزار دفعہ ذکر ضروری

ہے۔"جودم غافل سودم کافر۔"

(۲۸) حضور ﷺ کی ذات مبارک رحمتہ للعالمین ہے۔ اس لئے آپ کی وجہ سے کافروں کو بھی عذاب نہیں دیا جاتا۔ وہ عذاب سے صرف آپ کی ذات پاک کے صدقے میں محفوظ ہیں۔ رب العزت فرماتے ہیں:" وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ" (پارہ۹، ع۱۸) (ترجمہ) اور اللہ ان کو (کافروں کو) عذاب نہیں دیتا، درآں حال یہ کہ آپ ﷺ ان کے درمیان تشریف فرمائیں۔"

(۲۹) اگر ایک خورد سال بچے کے سامنے ان کی ماں کو گالی دی جائے تو اسے غصہ آجاتا ہے اور وہ لڑنے لگتا ہے۔ اس زمانے کے مسلمانوں میں چھوٹے بچے جیسی سمجھ بھی نہیں ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی شان میں آئے دن گستاخیاں کی جاتی ہیں اور ان کی غیرت کو ٹھیس بھی نہیں لگتی۔ حضور ﷺ تو ہمارے ماں باپ سب سے ہزاروں درجہ افضل و برتر ہیں۔

(۳۰) ہر شخص کو چاہئے کہ علم دین حاصل کرے۔ اگر ایسا نہ کر سکے تو اس پر لازم ہے کہ اپنی اولاد کو دینی تعلیم دلائے۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو ضروری ہے کہ علم دین حاصل کرنے والوں کی مدد کرے۔

(۳۱) مشہور ہے "كُلُّ جَدِيدٍ لَذِيذٌ" (ترجمہ) ہر نئی چیز اچھی لگتی ہے۔" تم دنیا کی ہر نئی چیز کو پسند کر سکتے ہو۔ لیکن دین وہی پرانا قدیم قائم رکھو۔ جسے تمہارے اگلوں نے اختیار کیا تھا۔

(۳۲) دعا کے دو پر ہیں ایک حلال دوسرے صدق مقال، جو حلال کما کے کھائے اور سچ بات منہ سے نکالے، اس کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

(۳۳) جو شخص تم سے کچھ مانگتا ہے وہ دراصل تم پر احسان کرتا ہے۔ اس وجہ سے کہ وہ تم سے ایک پیسہ مانگتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا اجر تمہیں سات سو تک عطا فرماتا ہے۔

(۳۴) راہ خدا میں جو کچھ دینا ہو، وہ اپنی زندگی میں اپنے ہاتھ سے دے دو۔ مرنے کے بعد ہمارے نام پر نہ بیوی کچھ دے گی نہ بچے۔

(۳۵) بزرگان دین کا ادب کرو، اگر وہ ناراض ہو جائیں تو پھر کہیں سے بھلائی کی توقع عبث ہے۔ ایک کا مردود سب کا مردود، ایک مرغی کسی انڈے کو گندہ کر دے تو پھر کوئی مرغی بھی اس میں سے بچہ نہیں نکال سکتی۔

(۳۶) اللہ کا کلام اللہ کے لئے پڑھو۔ دنیا کے لئے پڑھنا ایسا ہے کہ جیسے لعل دے کر کوڑیاں لینا۔ یہ اور بات ہے کہ اللہ کے لئے پڑھنے کے بعد، اس کے طفیل میں، اللہ اس کو دنیا کا فائدہ بھی عطا فرما دے۔

(۳۷) سب کی قبروں میں اندھیرا ہوگا۔ لیکن تہجد پڑھنے والے کی قبر میں اندھیرا نہیں ہوگا۔ تہجد کی برکت سے اس کی قبر روشن ہوگی۔

(۳۸) ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی اور ہر رات کو سورہ تبارک الذی پڑھنے کی وجہ سے قبر میں عذاب نہیں ہوگا۔

(۳۹) اگر دل میں اس کی جگہ ہو، تو دنیا کا مال اور دولت اللہ کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتے۔

(۴۰) چاہے انسان بدعمل ہو مگر خدا کرے وہ بدعقیدہ نہ ہو۔

(۴۱) انسان دو قسم کی صفات کا مجموعہ ہے۔ (۱) اچھی صفات یعنی ملکوتی، ان کی ترقی سے انسان فرشتوں سے بڑھ سکتا ہے۔ (۲) بری صفات یعنی شیطانی، ان کی ترقی سے انسان شیطان سے بڑھ جاتا ہے۔

(۴۲) جس دن میرے پاس زیادہ لوگ کچھ مانگنے آتے ہیں۔ اس دن میں بہت خوش ہوتا ہوں اور جس دن کوئی نہیں آتا، مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ جو کوئی مجھ سے کچھ لینے کے لئے آتا ہے۔ وہ دراصل لینے کے لئے نہیں آتا، بلکہ دینے کے لئے آتا

ہے۔ میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے اسے میرے دروازے پر بھیجا۔ اگر وہ مجھے اس کے دروازے پر بھیجتا تو میں کیا کر سکتا تھا۔

(۴۳) جو سید ہے وہ خدا کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتا اور ڈرتا ہے وہ سید نہیں ہوتا۔

(۴۴) لوگ کہتے ہیں کہ درویشی دوکانداری ہے۔ مگر یہ نہیں سوچتے کہ گاہک کو اگر مرضی کے مطابق سودا نہ ملے تو وہ دوبارہ کب اس دوکان پر جاتا ہے۔ دوکان میں اگر مال ہو تو دوکان چلتی ہے۔ مال نہ ہو تو دیوالیہ نکل جاتا ہے۔

(۴۵) حج اور زیارت کو جاؤ تو وہاں سے کوئی چیز بچا کے ساتھ واپس مت لاؤ۔ مکہ شریف میں ایک کے بدلے لاکھ کا اور مدینہ شریف میں ایک کے عوض پچاس ہزار کا ثواب ملے گا۔ یہ خوش قسمتی ہے کہ آپ لوگوں کو یہاں کی حاضری نصیب ہوئی ہے۔

(۴۶) حد سے گزرے تو ولی، بے حد سے گزرے تو پیر اور حد بے حد دونوں سے گزرے تو فقیر۔

(۴۷) بھوکا رہ کر اللہ اللہ کرنا کوئی کمال نہیں۔ اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اُٹھانا، پیٹ بھر کر کھانا اس پر نہ سونا اور عبادت کرنا یہ کمال ہے۔

(۴۸) خوب پیٹ بھر کر کھایا کرو۔ بھوکے آدمی سے تو نماز بھی نہیں ادا ہو سکتی۔ کمال یہ ہے کہ اللہ کی نعمتوں سے پوری طرح سیر ہو اور پھر اللہ اللہ کرے اور فرائض و واجبات کے علاوہ سنن ونوافل کو اچھی طرح ادا کرے۔ یاد رکھو! حضور نبی کریم ﷺ نے صائم الدہر رہنے سے منع فرمایا ہے۔

(۴۹) خدا کرے کہ جیسے طریقت و شریعت میں بہ نگاہ حقیقت قطعاً کوئی فرق نہیں، ایسے ہی صوفیوں اور مولویوں میں خالص اتحاد ہو جائے اور دونوں اپنے اختلافات و منافشات فروعی سے بے نیاز و بالاتر ہو کر متحدہ مقاصد کے حصول کے لئے یک قالب و یک جان ہو جائیں۔

(۵۰) عالم کا وصف عنداللہ یہ ہے۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُ (پ۲۲،ع۱۶) یہ آیت مبارکہ واضح الفاظ میں بیان کر رہی ہے۔ کہ عالم صرف خدا سے ڈرتا ہے۔ خشیت الٰہی اس کا حسن ہے۔ غیر اللہ سے ڈرنا شریعت وطریقت میں کفر وزندقہ سے بدتر ہے۔

(۵۱) ایمان محبت رسول ﷺ کو کہتے ہیں۔ رسول پاک ﷺ سے جس قدر محبت ہوگی اسی قدر ایمان سالم وکامل ہوگا۔ جس قدر محبت میں کمی ہوگی اس قدر ایمان میں نقص ہوگا۔

(۵۲) مسلمان کس کو کہتے ہیں؟ مسلمان وہ ہے جو خدائے برتر وتوانا کے ماسوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ مسلمان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل کرتا ہے کہ "فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ" (پ۴،ع۹) (ترجمہ) تم مخلوق سے مت ڈرو، اگر تم مومن ہو تو ہم سے ڈرو۔"

(۵۳) تم مسلمان ہو۔ تمہیں اسلام نے سکھایا ہے کہ تم آپس میں متحد رہو۔ باہمی اتفاق واتحاد رکھو۔ اللہ کی رسی کو مضبوط تھام لو۔ آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ اسلام کا پہلا اُصول "باہمی محبت واخوت" ہے۔ اسلام محبت کا سبق دیتا ہے۔ اسلام ہمدردی سکھاتا ہے۔ بنی نوع انسان کی خیرخواہی کا سبق دیتا ہے۔ ہمارے مولیٰ فرماتے ہیں۔ کہ "تمام مسلمان مادرزاد بھائیوں کے مانند ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔"

(۵۴) انسان پر خداوند عمیم الاحسان کے اس قدر انعام واحسان ہیں کہ ان کا شکر بجا لانا تو درکنار، اگر انسان تمام عمران کے شمار کرنے میں صرف کرے، تو بھی ان کو شمار نہیں کرسکتا۔ "وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا" (پ۱۳،ع۱۷) (ترجمہ) اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو تم شمار نہیں کرسکتے۔" نص صریح اس پر شاہد ہے۔ کہ انسان محدود علم وعقل وعمر سے اس بات کے بالکل ناقابل ہے۔

فضل خدائے را کہ تو اند شمار کرد
یا کیست آنکہ شکر یکے از ہزار کرد

(۵۵) یوں تو اللہ تعالیٰ کے انعام واکرام الطاف ونوازش اپنے بندوں پر تمام بے مثال وبے نظیر ہیں۔ مگر سب سے اعلیٰ درجے کی نعمت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر عنایت کی، وہ یہ ہے کہ اپنے محبوب رحمتہ للعالمین افضل الانبیاء المرسلین خاتم النبیین ﷺ کی غلامی کے متمیز طوق سے ہمیں مزین وممیز فرما کر یحببکم اللہ اپنا محبوب ہونے کا رتبہ ہم کو عطا کیا اور نور ایمان وایقان سے ہمارے دل ودیدہ کو منور فرمایا۔ انسان، عاجز انسان مولیٰ کریم کی کسی ایک نعمت کا شکر ادا کرنے کے قابل نہیں۔ مگر غلامی محبوب رب العالمین ایسی نعمت ہے کہ اگر بندہ تمام عمر، ہر سر موزبان بن کر، اس نعمت کا شکر ادا کرتا رہے تو بھی ادا نہیں ہو سکتا۔

(۵۶) صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے جو خداوند دو عالم کا پسندیدہ اور مقبول ہے۔ جس پر "اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰہِ الْاِسْلَامُ" (پ۳،ع۱۰) (ترجمہ) بے شک اللہ کے ہاں اسلام ہی دین ہے۔" کی آیت پاک شاہد ہے۔ یہ وہ مقبول اور برگزیدہ مذہب ہے جو خداوند کریم کے فرمان عالی شان "وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا" (پ۶،ع۵) (ترجمہ) اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔" ظاہر ہے یہ مبارک اور مقدس مذہب ہے، جس کی پیروی کے بغیر کوئی عبادت، کوئی دعا قبول نہیں ہوتی۔ "وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ" (پ۳،ع۱۷) (ترجمہ) اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔" آیت پاک شاہد ہے۔ سعدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

خلاف پیمبرؐ کسے رہ گزید
کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید

(۵۷) ہزار آدمی کھڑے ہیں۔ ہر ایک آدمی کے ہاتھ میں کانچ کا ایک ٹکڑا ہے۔ الماس صرف ایک آدمی کے ہاتھ میں ہے۔ باقی سب نے کانچ کے ٹکڑے کو الماس سمجھ کر پکڑ رکھا ہے۔ ہر ایک بخیال خود یہ سمجھتا ہے کہ اس کے ہاتھ میں الماس ہے۔ حالانکہ فی الحقیقت ایسا نہیں ہے۔ اسی طرح الماس یعنی سچا مذہب مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے اور کانچ کے ٹکڑے یعنی مذاہب باطلہ باقی سب لوگوں کے ہاتھ میں ہیں۔

(۵۸) سبحان اللہ! اسلام میں وہ جذب اور کشش ہے کہ جو کوئی اس کی مخالفت کرتا ہے۔ بالآخر اسی کو اس کا دلدادہ اور شیفتہ ہونا پڑتا ہے۔

(۵۹) اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے اور مسلمانوں کا ہر فرد اس کا مبلغ اور اشاعت کنندہ ہے۔

(۶۰) یاد رکھو! رازق حقیقی وہی ہے جو تمہارا خالق و مالک ہے۔ بے ریا عبادت کرو تا کہ اس کا اجر تم کو معبود سے ملے۔ ہمیشہ حق گوئی سے کام لیا کرو۔ سوائے اس جبار و قہار کے اور کسی سے مت ڈرو۔ اللہ کی مخلوق کے نفع نقصان کو اپنے نقصان پر مقدم سمجھو۔ جہاں تک ہو سکے ان کی ہمدردی اور خیر خواہی کرو۔ اپنے یاران طریقت کے ساتھ محبت اور اُلفت رکھو اور میرے بتائے ہوئے اسباق پر ان سے عمل کراتے رہو۔

(۶۱) اگر دین اور دنیا دونوں کے کام ایک وقت میں جمع ہو جائیں۔ تو پہلے دین کا کام کرو۔ اس کی برکت سے دنیا کے کام خود بخود ہو جائیں گے۔

(۲۶) جان جائے پر نماز نہ جائے۔

(۶۳) مسجد کی زمین پر اگر خدانخواستہ عمارت باقی نہ رہے، تب بھی وہ زمین قیامت تک مسجد ہی رہتی ہے۔ اسے ہرگز کسی اور مقصد کے لئے استعمال نہیں کیا جا سکتا اور وہاں کوئی عمارت تعمیر نہیں کی جا سکتی۔

(۶۴) پیر کیلئے، رہبر کیلئے بلکہ ہر انسان کے لئے علم کا بقدر ضرورت سیکھنا فرض ہے۔

(۶۵) کسی مسافر کو کھانا کھلانا بادشاہوں کا کام ہے۔ (پھر ارشاد فرمایا) بلکہ شہنشاہوں کا کام ہے۔

(۶۶) جو لوگ حضرت محمد ﷺ کے دشمن ہیں ان کے لیے خدا تعالیٰ نے جہنم بنائی ہے اور جو آپ ﷺ کی محبت والے ہیں ان کے لیے جنت۔ جو لوگ یہ فکر کرتے ہیں کہ ہم مرنے کے بعد جہنم میں جائیں گے یا جنت میں ان کو سوچ لینا چاہئے کہ وہ حضور ﷺ کے دشمن ہیں یا ان کے ساتھ محبت کرنے والے۔

(۶۷) کُلُّ جَدِیْدٍ لَذِیْذٌ دنیا کی ہر نئی چیز کو پسند کر سکتے ہو مگر دین وہی پرانا قدیم اختیار کرو جس کو تمہارے باپ دادا نے اختیار کیا۔

(۶۸) انسان بد عمل ہو تو ہو لیکن خدا کرے کہ بد عقیدہ نہ ہو۔

(۶۹) فقط لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ لیا تو موحد بن گیا۔ مومن نہیں بنا۔ مومن کب بنے گا؟ جب لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھے گا۔ ہمارے لیے سب سے اعلیٰ اور سب سے افضل نعمت ایمان کی نعمت ہے۔ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ تو شیطان بھی پڑھتا ہے پھر اس کو لعنتی کیوں کہتے ہیں۔ شیطان کہتا ہے انی اخاف اللّٰہ رب العالمین (بیشک مجھ کو اللہ کا خوف ہے جو سب کا پروردگار ہے) جتنے فرقے دنیا میں ہیں سب توحید کے قائل ہیں۔ بھنگی ہوں یا چوہڑے چمار عیسائی ہوں یا کوئی مگر ملعون کیوں ہیں۔ اس وجہ سے کہ وہ صرف لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھتے ہیں۔ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ نہیں پڑھتے۔

(۷۰) سرکار دو عالم ﷺ کا نام مبارک زبان پر آ جانے سے تمام عمر کا کفر و شرک اور تمام گناہ مٹ جاتے ہیں۔

(۷۱) آج کل عام بات مشہور ہے کہ حضور ﷺ کی ذات کو حد سے نہ بڑھاؤ۔ حد سے وہی بڑھا سکتا ہے جس کو حد معلوم ہو جس کو حد ہی معلوم نہ ہو وہ کیا بڑھائے گا۔

آپ کی حد سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں ایک بار کے کلمہ شریف پڑھنے سے تمام عمر کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اس قدر حد تو ہم کو معلوم ہے۔ شعر

محمد مصطفیٰ ﷺ اے کیف ممدوح الٰہی ہیں
بشر کیا کوئی بھی اس کا ثناخواں ہو نہیں سکتا

....

محمد ﷺ سر قدرت ہے کوئی رمز اس کی کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

(۷۲) محمد رسول اللہ ﷺ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت ہے جن کو آپ کی نعت اچھی نہیں لگتی ان کو چاہیے کہ کلمہ طیبہ میں محمد رسول اللہ ﷺ بھی نہ پڑھیں۔

(۷۳) انبیاء کے جسم کو زمین نہیں کھاتی اور نہ چھوتی ہے انبیاء قبروں میں نماز پڑھتے ہیں سرور انبیاء کی نسبت قیاس کرو۔ کیا درجہ ہوگا۔

(۷۴) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مجھ پر سلام بھیجے گا میں اس کے سلام کا جواب دوں گا۔

(۷۵) حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص محبت سے درود شریف پڑھے اس کو میں اپنے کانوں سے سنتا ہوں۔ حضور اکرم ﷺ اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی بیشک زندہ ہیں اور اپنی نبوت پر قائم اپنی اُمت کی طاعت و نیکی سے خوش ہوتے ہیں اور گناہ و نافرمانی سے غمگین۔

(۷۶) شتر بے مہار منزل مقصود کو نہیں پہنچتا جدھر جائے گا۔ ڈنڈے اور مار کھائے گا قطار کا اُونٹ خواہ کتنا ہی دبلا اور بیمار کیوں نہ ہو ضرور منزل تک پہنچے گا۔ سلسلہ کی قطار میں داخل ہو کر منزل مقصود تک پہنچو۔

(۷۷) بدعقیدہ لوگوں کی صحبت میں نہ رہو بلکہ ان کے بیٹھنے کی جگہ پر بھی مت بیٹھو۔

(۷۸) سب لوگوں کی قبروں میں اندھیرا ہوگا لیکن تہجد پڑھنے والوں کی قبر میں روشنی ہوگی آیت الکرسی ہر نماز کے بعد اور سورۃ تبارک الذی ہر رات کو پڑھنے کی وجہ سے قبر میں عذاب ہرگز نہ ہوگا۔

(۷۹) نماز میں جس طرح رسول پاک ﷺ پر درود پڑھنا فرض ہے اسی طرح آپ کی آل پر بھی درود شریف پڑھنا فرض ہے ورنہ نماز ہی نہیں ہوتی۔

(۸۰) بزرگوں کا ادب کرو۔ اگر وہ ناراض ہو جائیں تو پھر کہیں بھلائی کی اُمید نہیں۔ ایک کا مردود سب کا مردود ایک مرغی کسی انڈے کو گندہ کر دے تو ہزار مرغیوں کے نیچے اس انڈے کو رکھا جائے کبھی اس سے بچہ نہیں ہو سکتا۔

گنبد خضرا سے لے کر گنبد بیضا تلک
رحمتیں ہی رحمتیں ہیں نور کے دریا رواں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آداب المریدین

جب کوئی شخص کسی سے مرید ہو جائے تو اس کو (اپنے پیرومرشد یا شیخ کے متعلق یہ یقین ہونا چاہئے) کہ اس کا پیر دنیا میں سب سے اعلیٰ ہے اس لئے اس کا جتنا بھی احترام کرے کم ہے۔ خلوص دل سے پیر کی یہ عزت ہی اَدب ہے جو مرید پر فرض ہے اور اَدب کا ترک کرنا گناہ عظیم ہے۔

اَدب کے اظہار کے دو طریقے ہیں:

جو بیعت شریف پڑھائی گئی ہے۔ اس کو ہمیشہ یاد رکھے اور اس کے معنی اور مطلب پر غور کرتا رہے۔ اس بیعت پر عمل پیرا ہو سنت نبوی کی پیروی اور پیرومرشد کے بتائے ہوئے سبق کی پابندی مرید پر لازم ہے۔ جب کبھی پیرومرشد کی خدمت میں حاضر ہو تو باوضو ہو۔ نظر نیچی رکھے اور حضوری قلب کے ساتھ درود شریف کا ورد کرتا رہے۔

جب تک پیر خود دریافت نہ کرے مرید کوئی بات نہ کرے پیرومرشد کے سامنے اَدب سے بیٹھے۔

پیرومرشد جب کچھ کہہ رہے ہوں تو خاموشی اور پوری توجہ کے ساتھ ان کے ارشادات سنے جائیں اور جب تک پیرومرشد خود کوئی بات دریافت نہ کریں مرید اپنی زبان سے کچھ نہ کہے۔ حاضرین میں جس سے پیرومرشد دریافت فرمائیں صرف وہی شخص اس کا جواب دے۔ کوئی دوسرا نہ بولے۔ پیرومرشد کی موجودگی میں اُونچی آواز

سے گفتگو نہ کرے اور نہ ہی سرگوشی کرے۔ پیرومرشد کے اہل خاندان کا بھی اتنا ہی احترام کرے جتنا کہ اپنے پیر کا کرتا ہے۔ ظاہر اور باطن میں پیرومرشد پر کوئی اعتراض نہ کرے اور ان کے کسی حکم کی مخالفت بھی نہ کرے کیونکہ یہ بڑی بے اَدبی اور مرید کے لئے زہر ہلاہل ہے۔ دینی اور دنیوی ہر کام پیرومرشد کی اجازت سے کرنا افضل ہے۔

اپنی جان و مال اور اپنا ہر کام پیرومرشدؒ کے سپرد کردے اور ہر حال میں مطیع وفرمانبردار رہے۔ اپنے اور خدائے تعالیٰ کے درمیان پیرومرشد کو وسیلہ گردانے تاکہ بارگاہ خداوندی میں اس مرید کی رسائی ہوجائے۔ پیرومرشد کے رازہائے سربستہ کو چھپائے کسی پر ظاہر نہ کرے اور کسی امر یا بات کو بے فائدہ نہ سمجھے۔ اس طرح پیر کے ہر کام میں سبھی آداب کا خیال رکھے۔ پیر کی چند ساعت کی خدمت سالہا سال کی عبادت سے افضل ہے۔ ذکر، فکر مراقبہ اور مرشد کی ذات بابرکات سے قلبی لگاؤ پیدا کرنا، پیرومرشد کو اپنے حال سے باخبر جاننا اور ہر گھڑی ان کے خیال میں محو رہنا آداب باطنی میں افضل ترین اور بعض کاملین کے مطابق عین عبادت ہے۔

پیرومرشد کی صورت کو نگاہ میں بسائے رکھنا اور خیال میں یاد کرنا تصورِ شیخ ہے۔ یہ بڑی نعمت اور مرید کے لئے ذکر سے زیادہ مفید اور مناسب ہے۔ کیونکہ مرید کے لئے بارگاہ الٰہی سے واصل ہونے کا یہی ذریعہ ہے اور وسیلہ۔ اس انداز سے مرید کا جتنا دلی تعلق مرشد کے ساتھ زیادہ ہوجائے گا۔ پیر کا فیض باطن میں بڑھتا جائے گا۔ یہاں تک کہ جب مرید اپنے پیرومرشد کی ذات میں فنا ہوجائے گا تو اپنی منزل مقصود کو پالے گا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضرورت مرشد

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَo

امابعد! خداوند تبارک وتعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَo (پ۶،ع۱۰)

(ترجمہ) اے ایمان دارو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف کوئی وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں کوشش کرو تاکہ تم خلاصی پاؤ۔"

اس آیت شریفہ میں خداوند تعالیٰ نے تصریح کے ساتھ وسیلہ کی تاکید فرمائی ہے۔ یعنی ایمان اور اتقا اور جہاد فی سبیل اللہ جیسا ضروری بیان فرمایا ہے۔ ویسے ہی وسیلہ کا پکڑنا بھی ایک ضروری امر قرار دیا ہے بلکہ نجات کا دارومدار ہی ان چار چیزوں پر رکھا ہے۔ ایمان ہو، اتقا ہو، جہاد ہو، اور وسیلہ، اس کے قرب کے حاصل کرنے کے واسطے بھی ہو، جب تو نجات ہے ورنہ معاملہ مشکل ہے۔ خداوند تعالیٰ کو اپنی مخلوق کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے اور ان پر نہایت درجہ کی عنایت ومہربانی ہے۔ باوجود ایسے تعلق والطاف کے پھر بھی ہدایت کا ذریعہ رسولوں اور انبیاء ہی کو ٹھہرایا۔ کیونکہ قدرت

نے جہاں اور کائنات کو بغیر قواعد کے نہیں چھوڑا۔ وہاں ہدایت کے محکمہ میں بھی ایسے قواعد جاری فرمائے ہیں۔ کہ ان کی پابندی کے بدون ہدایت کے سلسلہ کا جاری رہنا محال ہے۔ رسول خالق اور مخلوق کے مابین برزخ ہوتا ہے اور اس کو دونوں طرف تعلق ہوتا ہے۔ دل اس کا خداوند کے ساتھ ہوتا ہے اور جسم مخلوق کے ساتھ۔

اِدھر اللہ سے واصل اُدھر مخلوق میں شامل!
خواص اس برزخ کبریٰ میں تھا حرفِ مشدد کا

اس برزخ کا یہ کام ہوتا ہے کہ مخلوق کو خالق کی رضا پر ثابت ہونے کی ہدایت کرے۔ عبادت کے قاعدے سکھائے اور خداوند تعالیٰ اور بندوں کے معاملات میں جو بندوں کی سیہ کاریوں کی وجہ سے پیچیدگیاں واقع ہوگئی ہوں ان کو دور کر کے معاملات صاف کر دے۔ عہد رسالت کے بعد یہ خدمت خلافت کو سپرد ہوئی۔ جس کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء نے بڑی محنت سے نباہا اور قیامت تک یہی خلفاء رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس خدمت کو سرانجام دیتے رہیں گے۔ اسی گروہ کو گروہ صوفیاء کرام پیران عظام یا مرشدان کامل کہا جاتا ہے۔ یہی فرقہ خالق اور مخلوق کے درمیان وسیلہ ہے۔ یعنی قرب الٰہی کے حاصل کرنے کے واسطے ان پیران عظام میں سے کسی ایک کو وسیلہ پکڑنا طالبان حق کے لئے ضروری بلکہ فرض ہے۔

آیت مذکور کی تفسیر میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد ماجد سے نقل کر کے وسیلہ سے مراد ذات مرشد لی ہے اور جن لوگوں نے لفظ وسیلہ کے معنی قرآن شریف یا ذاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اختیار کیے ہیں۔ ان کو شاہ صاحب یوں جواب دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے اس آیت میں مومنوں کو خطاب کر کے وسیلہ کی تلاش کا حکم فرمایا ہے اور کوئی شخص جب تک قرآن شریف اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے مومن نہیں ہوتا۔ یعنی مومن وہی ہے جو قرآن پاک اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو

دل سے حق مان چکا ہوگا۔ پس وہ وسیلہ کوئی اور وجود ہوگا جس کی تلاش کا بندوں کو قرآن اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کے بعد حکم فرمایا ہے اور وہ مرشد کی ذات ہے جو بندے کو مولا سے واصل کر دیتا ہے۔ شریعت پر چلنے کا لوگوں کو حکم کرتا ہے۔ بدی سے روک کر لوگوں کو نیکی کی ہدایت کرتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی محبت کو دلوں میں قائم کرتا ہے۔ اگرچہ ہادی حقیقی خدا کی ذات ہے۔ وہ جسے چاہے ہدایت کرے۔ مگر یہ بھی اس حکیم کی حکمت ہے کہ دنیا کو عالم اسباب بنا کر ہر اک چیز کو سلسلہ اسباب میں ایسا پابند کر دیا کہ جیسے کوئی بچہ بغیر ماں باپ کے پیدا نہیں ہوتا اسی طرح پیر اور مرید کے تعلق کے بدوں کوئی طالب حق خدا سے واصل نہیں ہو سکتا۔ یعنی جب تک کوئی پیر کامل دستیاب نہ ہو ہدایت کا حاصل ہونا محال ہے۔ یہی قاعدہ دنیا کی ہر ایک چیز پر جاری ہے۔ حضرت مولانائے روم فرماتے ہیں۔

ہیچ کس از نزد خود چیزے نشد
ہیچ آہن خنجر تیزے نشد!!
ہیچ حلوائی نہ شد استاد کار
تاکہ شاگرد شکر ریزے نشد
مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزے نہ شد

ان تینوں بیتوں کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی اپنے آپ کچھ نہیں بن سکتا جیسے کہ کوئی لوہا خواہ وہ کیسے ہی اعلیٰ درجے کا ہو لوہار کی محنت کے بغیر تلوار نہیں بن سکتا، دوسرے بیت میں یوں فرماتے ہیں کہ تلوار کا بننا تو بڑا کام ہے۔ مٹھائی جو صرف تین چیزوں (گھی، چینی، میدہ) سے بنتی ہے۔ یہ بھی کسی حلوائی کی شاگردی کے بغیر نہیں بن سکتی۔ تیسرا بیت جو اس غزل کا مقطع ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مولوی بھی جب تک

شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کا غلام نہ بنا یہ بھی مولانائے روم کہلانے کا مستحق نہیں ہوا۔ نتیجہ یہ کوئی بڑے سے بڑا اور چھوٹے سے چھوٹا کام کسی دوسرے کی مدد کے بغیر اس دنیا میں نہیں ہو سکتا۔ یعنی جب مٹھائی جیسی چیز بھی استاد کی مدد کے بغیر اس دنیا میں نہیں بن سکتی تو ایک خاک کے پتلے کا مقرب بارگاہ الٰہی بن جانا پیر کی امداد کے بغیر کیسے ممکن ہے۔ دوسری جگہ مولانائے روم اس طرح فرماتے ہیں:

پیر را بگزین کہ بے پیر ایں سفر!

ہست بس پر آفت وخوف وخطر

کاندریں راہ بارہا تو رفتہ

بے قلاوز اندراں آشفتہ!

یعنی جن راہوں میں تو ہر روز چلتا پھرتا ہے ان میں بدرقہ کی امداد کے بغیر بھول جاتا ہے تو راہ سلوک جس کو تو نے کبھی نہیں دیکھا اور جس میں نفس اور شیطان جیسے راہزن موجود ہوں اس میں کسی راہنما کی امداد کے بغیر تو کیسے چل سکتا ہے۔ آج کل کا مشاہدہ گواہ ہے۔ کہ اس زمانے میں وہی لوگ زیادہ تر گمراہ ہوئے جن کا کسی سلسلہ پیران عظام سے تعلق نہ تھا۔ جن لوگوں نے کسی خلیفہ رسول ﷺ یعنی پیر کامل کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دیا اور خود بخود اس راہ کو طے کر کے پیر بننے کی کوشش کی وہ شیطان کا شکار ہوئے اور اس ہدایت شیطانی کے موافق اور لوگوں کو بھی گمراہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آئے دن ایک نیا فرقہ جاری ہوتا ہے اور اس فرقہ کے خیالات بھی نئے ہوتے ہیں۔ قرآن پاک اور احکام شریعت کو اپنے خیالات کے موافق بنانا چاہتے ہیں۔ تاویل کے پیرایہ میں تحریف قرآنی کرتے ہیں۔ احادیث نبویہ ﷺ کو الٹ پلٹ کر اپنی رائے کے ماتحت بناتے ہیں۔ خود ہادی بنتے ہیں۔ اس طرح سے خود گمراہ ہوتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ مرشد حق کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ ان جان وایمان کے

Marfat.com

دشمن فریبی راہزنوں سے لوگوں کو بچایا جائے۔

مرشد ایسا ہونا چاہئے جو خود کسی ایسے سلسلہ پیران میں داخل ہو جو سلسلہ جناب رسول اللہ ﷺ تک جا پہنچتا ہو۔ جیسے تسبیح کے دانے ایک دوسرے سے مل کر ایک سلسلہ کا حکم رکھتے ہیں اور سب ایک ہی امام کے پیچھے ہوتے ہیں یا زنجیر کے حلقے جو ایک دوسرے سے پیوستہ ہوتے ہیں یا جس طرح ایک چراغ دوسرے چراغ سے روشن کیا جاتا ہے اور اس دوسرے چراغ سے تیسرا اور تیسرے سے چوتھا یہاں تک کہ اگر ایک ہزار چراغ بھی اس سلسلہ سے روشن کیا جاوے تو ہزارویں چراغ کی روشنی میں بھی یہ عام انتقال کمی پیدا نہیں کرسکتا۔ یعنی اس چراغ میں بھی وہی نور پایا جائے گا۔ جو پہلے چراغ میں تھا۔ اسی طرح سے آپ سلسلہ صوفیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بھی تصور کرلیں کہ سیدنا جناب رسالتمآب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے سینہ کا نور سینہ، سینہ پیران عظام کے سینوں میں منتقل ہوکر آیا ہوا ہے۔ یعنی جناب حضرت رسول اللہ ﷺ کے سینہ مبارک سے حضرت صدیق اکبرؓ کے سینہ میں وہ نور منتقل ہوا۔

حدیث شریف:

مَا صَبَّ اللّٰهُ فِیْ صَدْرِیْ اِلَّا صَبَبْتُهٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ ؀

(ترجمہ) جو کچھ اللہ نے میرے سینے میں ڈالا۔ میں نے ابوبکرؓ کے سینہ میں ڈال دیا۔

اس پر گواہ ہے۔ وہاں سے سلمان فارسیؓ کے سینہ میں۔ وہاں سے حضرت امام قاسمؒ نے لیا۔ غرض اسی سلسلہ سے میرے پیر و مرشد جناب حضرت باباجی صاحب قبلہ عالم تیراہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سینہ میں ظاہر ہوا۔ بزرگان دین کا سلسلہ تار گھروں کے دفتروں کا سا ہے۔ سارے بزرگان دین کی روحیں آپس میں تعلق رکھتی ہیں۔ ایک اسٹیشن پر اگر تار ہلا دی جائے تو سب گھروں میں وہ خبر جا پہنچتی ہے۔ یعنی ہر ایک صوفی کی روحانی برق کا تعلق تجلیات الٰہی کے سب سے بڑے دفتر یعنی دربار حضرت

رسالتمآب ﷺ سے قائم ہوتا ہے۔ باقی سب تار برقیاں اسی صدر کی شاخیں ہیں۔

یا یوں کہو کہ بجلی کی وہ کل جس میں بجلی پیدا کر کے انسان کے جسم میں پہنچائی جاتی ہے۔ اس کل کو گھماؤ اور ایک آدمی کا ہاتھ اس سے لگاؤ وہ بجلی اس آدمی کے جسم میں اثر کرے گی۔ پھر اس آدمی کے ساتھ دوسرا آدمی اور دوسرے کے ساتھ تیسرا آدمی ہاتھ لگاتے جائیں تو جس قدر انسان اس برقی سلسلہ میں شامل ہوں گے سب کے جسم میں وہی تاثیر موجود ہوگی جو پہلے آدمی کے بدن میں تھی۔ اسی طرح سے جو لوگ برق محمدی ﷺ کے سلسلہ میں مسلسل ہیں ان کے سینوں میں بھی وہی نور عرفان موجود ہے۔ جو سینہ نبوی ﷺ میں تھا۔ پس ضروری ہو کہ جو شخص اس نور عرفان کا طالب ہو وہ صوفیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سلسلہ میں سے کسی سلسلہ کے پیر کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کرے ورنہ محروم رہے گا۔ کیونکہ صوفیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سینوں کے بغیر اس نور عرفان کا حاصل ہونا محال ہے۔

اس مضمون کی تائید میں "تفسیر روح البیان" کی مندرجہ ذیل عبارت کافی شہادت ہے۔

واعلم ان الاية الكريمة صرحت بالأمر بابتغاء الوسيلة ولا بد منها البتة فان الوصول الى الله تعالىٰ لا يحصل الا بالوسيلة وهى علماء الحقيقة ومشائخ الطريقة (قال الحافظ)

قطع ایں مرحلہ بے ہمرہی خضر مکن
ظلمات است بترس از خطر گمراہی

والعمل بالنفس يذيد فى وجودها، واما العمل وفق اشارة المرشد ودلالة انبياء والاولياء فيخلصها من الوجود ويرفع الحجاب ويوصل الطالب الى رب الارباب قال الشيخ ابوالحسن الشاذلى كنت انا وصاحب لى قد اوينا الى المغارة

لطلب الدخول الی اللّٰہ و اقمنا فیھا و نقول یفتح لنا غدا او بعد غد فدخل علینا یوما رجل ذوھیبة و علمنا انه من اولیاء فقلنا لہ کیف حالک فقال کیف یکون حال من یقول یفتح لناغدا اوبعد غداو بعدغد بالنفس لم لا تعقدین اللّٰہ اللّٰہ فیه تقطنا وتبناالی اللّٰہ تعالیٰ وبعد ذالک فتح علینا فلابه من قطع التعلق من کل دوجه لینکشف حقیقة الحال (الخ)

(ترجمہ) یعنی واضح رہے کہ اس آیت کریمہ نے وسیلہ کے طلب کرنے کی صاف طور سے تصریح کی ہے جس سے ہرگز چارہ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ وصول الی اللہ بغیر وسیلہ کے ممکن نہیں اور وسیلہ سے علماء حقیقت اور مشائخ طریقت مراد ہیں اور نفس کی رائے پر عمل کرنا اس کے وجود کو زیادہ کرتا ہے۔ لیکن مرشد کے حکم اور انبیاء اور اولیاء کی دلالت پر عمل کرنے سے نفس اپنے اخلاق ذمیمہ سے خلاصی حاصل کر لیتا ہے اور حجاب دور ہو جاتے ہیں اور طالب رب الارباب کے ساتھ واصل ہو جاتا ہے۔ شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں ایک رفیق کے ساتھ ایک غار میں طلب خدا کے واسطے گیا اور ہم آپس میں گفتگو کرتے تھے کہ ہمارا کام کل یا پرسوں تک ہو جاوے گا۔ ایک دن ایک بارعب آدمی ہمارے پاس آیا اور اس کے چہرہ سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ ولی کامل ہے۔ ہم نے اس کی خدمت میں عرض کی کہ آپ کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ اس شخص کے حال کیا پوچھنا جو کہے کہ میرا کام کل یا پرسوں تک بن جاوے گا۔ اے نفس تو اللہ کی بندگی اللہ ہی کے واسطے کیوں نہیں کرتا۔ اس سے ہم ہشیار ہو گئے اور اللہ کی بارگاہ میں توبہ کی۔ اس کے بعد ہماری مشکل آسان ہو گئی۔ بے شک برگزیدہ لوگوں کی صحبت میں شرف عظیم وسعادت عظمیٰ حاصل ہوتی ہے۔'' (انتھی کلامہ)

دوسری دلیل...... یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے:

قَدْ جَآءَ كُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ ۝ (پ۶،ع۷)

(ترجمہ) اے ایمان دارو! تمہارے پاس خدا کی طرف سے نور اور قرآن آیا۔

پس قرآن شریف تو ہم علماء ظاہر سے سیکھ سکتے ہیں۔ لیکن وہ نور عرفان پیران عظام کی خدمت میں حاضر ہونے کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔ اس واسطے کسی پیر کی خدمت میں جانا ضروری ہوا۔

تیسری دلیل...... قرآن پاک میں ہے:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۝ (پ۲۸،ع۱۱)

(ترجمہ) ہم نے ان پڑھوں میں سے ایک رسول ﷺ بنا کر بھیجا۔ وہ ان پر ہماری آیتیں پڑھتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو قرآن مجید اور حکمت سکھاتا ہے۔"

اس آیت میں تین چیزوں کا بیان فرمایا گیا ہے۔ ایک تو آیت کا پڑھنا۔ دوسرے لوگوں کو پاک بنانا۔ تیسرے کتاب اور حکمت سکھانا۔ تو دل کو پاک کرنے کے واسطے ضروری ہے کہ ہم ایسے شیخ کی تلاش کریں اور اس کی خدمت میں حاضر ہوں جس کا سینہ نور عرفان سے منور ہو اور کسی پیر کی توجہ سے پاک و صاف ہو چکا ہو۔

چوتھی دلیل...... دنیا میں چند روزہ زندگی بسر کرنے کے واسطے انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ کوئی ایسا نمونہ پیش نظر رکھے جو ہر کام میں اس رہنمائی کا نمونہ ہوتا کہ کل اُمور دینی و دنیاوی میں اس کی تقلید کرے۔ نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ اعمال اس کو دیکھ کر بجا لا سکے۔ چنانچہ فقیر پچھلے سال دہلی میں تھا تو مخدومی و مکرمی جناب مولانا مولوی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی کی خدمت میں سوال کیا گیا کہ آیا کسی پیر کے ساتھ بیعت کرنا ضروری ہے یا نہیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ نہایت ضروری ہے۔ پھر

محمد زین خان صاحب اپیل نویس پشاور نے عرض کی کہ اس عمل کے ضروری ہونے کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا اس واسطے کہ شیخ مرید کو عملی نمونہ بن کر دکھا دے۔ اس پر انہوں نے عرض کی۔ کیا آپ کو بھی پیر کی ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں! مجھے بھی ضرورت ہے۔ مثل مشہور ہے کہ ''نصیحت سے مثال بہتر ہے'' خداوند پاک کی قدرت کاملہ کون نہیں سمجھتا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کا کون قائل نہیں۔ مگر پھر بھی اُستاد اور والدین کا زیادہ ڈر ہوتا ہے۔ ان کا ہر ایک قول اور فعل ہم پر زیادہ اثر پیدا کرتا ہے اور ان سے ڈر بھی زیادہ لگتا ہے۔ کیونکہ نمونہ اور مثال پیش نظر رہتا ہے۔

پانچویں دلیل.....قرآن پاک میں ہے:

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ٥ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ٥

(پ ۱۹، ع ۹) (ترجمہ) قیامت کے دن تمہارا مال اور بیٹے نفع نہیں دیں گے۔ مگر اس شخص کو جو ہماری بارگاہ میں سلامت دل لائے گا۔''

اس آیت سے ثابت ہوا کہ قلب دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک قلب سلیم اور دوسرا قلب مریض، عموماً قلب تین بیماریوں میں گرفتار ہوتے ہیں۔ ایک تو بیماری حدیث نفس ہے۔ یعنی دل خود بخود باتیں کیے جاوے۔ جیسے کوئی آدمی ایک جگہ تنہا بیٹھا ہوا خود بخود باتیں کر رہا ہو تو جو آدمی باہر سے آوے گا اس کو ضرور پاگل تصور کرے گا۔ ایسے ہی جو دل خود بخود باتیں کیے جائے اس کو وہ دانا لوگ دیوانہ دل کہتے ہیں۔ یہ دیوانگی ہر ایک شخص میں موجود ہے۔ الا ماشاء اللہ

غور کر کے دیکھو کہ کسی وقت جب انسان تنہا بیٹھا ہوا ہو تو دل کی طرف خیال کر کے دیکھے کہ دل کیسے کیسے خیالات دوڑاتا ہے۔ پس یہی بیماری دل کی ہے۔ حدیث شریف میں اس مرض کے دفعیہ کی تاکید موجود ہے۔ فرمایا:

مَنْ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ وَلَمْ یُحَدِّثْ فِیْہِ نَفْسَہٗ (الخ، مشکوۃ شریف)
(ترجمہ) جو شخص دو رکعت ادا کرے اور ان میں اس کا دل باتیں نہ کرے تو اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔"

اس پر ایک مثال صادق آتی ہے کہ ایک دن میاں شیخ چلی صاحب نماز میں کھڑے ہوئے تھے ان کے دل میں خیال آیا کہ میرے پاس دو پیسے ہیں۔ ان کے انڈے خرید کر بچے نکلواؤں گا۔ اس طرح سے بہت سی مرغیاں ہو جائیں گی تو ان کو بیچ کر بکریاں لوں گا وہ فروخت کر کے گائے لوں گا۔ اس تجارت میں بہت سے روپے پیدا کر کے شادی کر لوں گا۔ دو بچے ہوں گے۔ ایک کا نام عبداللہ رکھوں گا دوسرے کا نام عبدالرحمٰن۔ عبداللہ عربی پڑھ کر مولوی فاضل ہو جائے گا۔ عبدالرحمٰن انگریزی پڑھ کر ایم، اے پاس کرے گا۔ عبداللہ عربی لباس رکھے گا اور عبدالرحمٰن انگریزی، اس ادھیڑ بن میں تھا کہ پیٹ میں درد اُٹھا تھا کہ وہ خیالی پلاؤ رہا اور نہ وہ نماز۔

اس مثال سے پورے طور سے خیال میں آ سکتا ہے کہ ایک آدمی ایک وقت میں تین کام کر سکتا ہے۔ رکوع سجود بھی کر سکتا ہے۔ قرآن شریف بھی پڑھ سکتا ہے۔ بچے بھی نکلوا سکتا ہے۔ حقیقت میں شیخ چلی ایک نہیں تھا۔ بلکہ وہ دو تھے۔ ایک وہ جو قرآن شریف پڑھ رہا تھا اور دوسرا وہ جو بچے نکلوا رہا تھا۔ جب تک انڈوں بچوں والا شیخ چلی نہ مر جائے تب تک نماز کامل نہیں ہوتی۔ وہ شیخ چلی والی نماز تو خدا کے ساتھ ٹھٹھا ہے کہ زبان تو اس کی حمد کہہ رہی ہے اور دل بچے انڈے نکلوا رہا ہے۔

برزباں تسبیح و در دل گاؤ خر!
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر!

مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا "مرنے سے پہلے مر جاؤ۔"
مطلب یہ کہ اس شیخ چلی کو مار ڈالو۔ مگر یہ شیخ چلی نہ تلوار سے مرتا ہے اور نہ

بندوق سے۔ نہ کسی دوسرے ہتھیار سے، بلکہ اس کے مارنے کے واسطے پیر کامل کا ہونا ضروری ہے۔

ہیچ نکشد نفس را جز ظلِ پیر
دامن آں نفس کش را سخت گیر!

اب واضح رہے کہ شیخ چلی کوئی خاص آدمی نہ تھا۔ بلکہ ہر ایک آدمی اگر غور کرے تو وہ شیخ چلی ہے۔ قرآن پاک میں بھی اس شیخ چلی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

"اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ" (ص۳۰، سورہ آخری)

نتیجہ یہ کہ جب تک وہ انڈے بچے نکلوانے والا شیخ چلی مر نہ جائے تب تک کوئی عبادت ٹھیک نہیں ہوتی۔

دوسری بیماری دل کے خطرات ہیں اور وہ چار قسم کے ہوتے ہیں۔ رحمانی، ملکانی، نفسانی اور شیطانی، ان نفسانی اور شیطانی خطرات کے دور کرنے کے واسطے بھی کسی پیر کی ضرورت ہے۔ مثلاً کسی آدمی کی نگاہ کسی خوبصورت سے لڑ گئی۔ آنکھیں چار ہوتے ہی اس کی صورت کا نقشہ اس کے دل میں کھنچ گیا۔

ہوش جاتا رہا نگاہ کے ساتھ
صبر رخصت ہوا اک آہ کے ساتھ!

عاشق بے چارہ ایسا محو نظارہ ہوا کہ دنیا مافیہا کی کوئی خبر نہ رہی۔

در و دیوار ہمہ آئینہ از کثرت شوق!
ہر کجا می نگرم روئے ترا مے بینم

کی حالت ہوگئی۔ اس مرض کے علاج کے واسطے اگر سارے جہاں کے ڈاکٹر اور طبیب جمع ہوں تو شفا محال۔

مریض عشق پر رحمت خدا کی
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

مگر خداوندِ عالم نے چند مبارک وجود دنیا میں ایسے بھی پیدا کیے ہیں جو اس درد کی دوا کر سکتے ہیں۔ وہی پیرانِ عظام ہیں۔ کامل پیر کی ایک نظر توجہ سے ہی یک لخت وہ سارا خیال دل سے دور ہو سکتا ہے۔ حضرت سید بھیکھ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ست گر ایسا چاہیئے جو صقلی گر سا ہو
جنم جنم کے مورچے پل میں دیوے کھو

تیسری بیماری دل کی انتقاش صور محسوسات ہے۔ مثلاً ایک شخص نے لاہور کی شاہی مسجد دیکھی ہوئی ہے۔ جس وقت اس کے پاس اس کا ذکر کیا جائے تو فوراً وہ مسجد اس کی آنکھوں کے روبرو دکھائی دینے لگ جائے گی یا اور کوئی خوبصورت نظارہ اگر اس نے دیکھا ہو تو اس کی شکل بھی ذرا سا غور کرنے سے اس کے روبرو آ جائے گی۔ اس بیماری کے دور کرنے کے واسطے بھی ضروری ہے کہ کوئی پیر کامل ہو جو لوگوں کے دلوں سے ایسے خیالات دور کر سکے۔ کیونکہ یہ بھی توجہ الی اللہ میں ایک روک ہے۔

<u>چھٹی دلیل</u>...... خداوند تعالیٰ نے اس کارخانہ قدرت میں ہزارہا امراض پیدا کیے ہیں اور ان کے علاج کے واسطے ہزارہا ذرائع صحت مقرر کیے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ہر شہر میں صدہا طبیب وڈاکٹر وویدک موجود ہیں۔ تو قرین قیاس ہے کہ روحانی اور باطنی بیماریوں کے واسطے بھی ڈاکٹر اور حکیم مقرر کیے ہوں گے۔ ایسے ڈاکٹر یا طبیب خدا رسیدہ لوگ ہوتے ہیں جو پیر یا مرشد کے نام سے تعبیر کیے جاتے ہیں۔ ان روحانی اطبا کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے اب تک برابر جاری چلا آیا ہے۔ پس ہم کو اپنے روحانی امراض کا علاج روحانی طبیبوں سے ہی کرانا چاہیئے۔

ساتویں دلیل.....قرآن پاک میں ہے:

"کَلَّا بَلْ سکتہ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ o(پ۳۰،ع۸)

(ترجمہ) "گناہوں کی شامت سے ان کے دلوں پر زنگار لگے ہوئے ہیں۔"

حدیث شریف میں ہے کہ جب آدمی ایک گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہی کا نقطہ پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر جب وہ دوسرا گناہ اس سے سرزد ہوتا ہے تو دوسرا نقطہ پڑ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ کثرت کے ساتھ دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے۔ پھر اس پر کوئی وعظ یا کلام اثر نہیں کرتا۔ جب زنگار زیادہ ہو جاتا ہے۔ تو وہ نہ تو علم سے دور ہو سکتا ہے اور نہ وعظ سے بلکہ علماء ظاہر بھی اس زنگار کے دور کرنے سے عاری ہیں۔ اس کے صیقل کرنے کے لئے کسی مرشد کامل کی توجہ درکار ہے۔ جو اپنی توجہ باطنی سے اس زنگار کو دور کر کے دل کو نورانی اور روشن بنا دیوے۔ مولانائے غنیمت کنجاہی کا قول ہے۔

کہ اے بے پیر تا پیرت نباشد
ہوائے معصیت دل مے خراشد

آٹھویں دلیل.....حضرت موسیٰ علیہ السلام جو اولا العزم پیغمبر تھے۔ ان کو علم لدنی سیکھنے کے واسطے خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ حضرت خضر علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ چنانچہ قصہ قرآن پاک کے پارہ پندرہ کے اخیر میں موجود ہے چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اسرار علم لدنی سے بے خبر تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام کے کشتی توڑنے، لڑکا مار ڈالنے اور دیوار بے اجرت بنانے کے اسرار پر واقف نہ ہونے کی وجہ سے اعتراض کرتے گئے۔ حضرت خضر علیہ السلام بار بار اعتراض سے منع فرماتے گئے۔ لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اعتراض سے باز نہ آئے تو حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے صاف کہہ دیا کہ آپ اعتراض سے باز نہیں آتے

اس واسطے آپ میرے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَ بَيْنِكَ (پ۱۶،ع۱) کہہ کر رخصت کر دیا۔ اس قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پیر کے کاموں پر مرید کا اعتراض کرنا اس کی محرومیت کی دلیل ہے۔ مرید صادق وہ ہے جو پیر کے حکم کو بے دلیل مان لے۔

مے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید

کہ سالک بے خبر نبود زراہ ورسم منزل ہا

چنانچہ جناب بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ کے احوال میں لکھا ہے کہ آپ ایک روز مجلس عام میں بیٹھے ہوئے تھے کہ کوئی چوروں نے آ کر ایک بیل اور ایک بوری غلہ گندم آپ کی نذر کر کے بیان کیا کہ ہم لوگ چوری کو گئے تھے اور تو کچھ دستیاب نہ ہوا صرف ایک بیل پر ایک گون (بوری) گندم لدی ہوئی ملی۔ چونکہ ہم بہت آدمی ہیں اور مال مسروقہ تھوڑا ہے۔ ہر ایک کو پورا نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے ہم وہ مال آپ کی نذر کرتے ہیں۔ آپ نے قبول فرما کر درویشوں کو حکم دیا کہ بیل کو ذبح کر لو، مگر اس کا سر اور چمڑا الگ رکھنا اور غلہ گندم پسوا کر روٹیاں پکوا کر درویشوں کو کھلا دو مگر دو سیر گندم بچا کر رکھ لینا۔ حسب الحکم کھانا تیار ہوا اور درویشوں کو کھلایا گیا۔ مگر ان درویشوں میں سے دو شخص صاحب علم بھی تھے۔ انہوں نے نہ کھایا اور کہا کہ حضرت صاحب نے ستم کیا کہ یہ چوری کا مال درویشوں کو کھلا دیا۔ ہم تو یہ حرام مال نہ کھائیں گے۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو دو شخصوں نے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ ہم نے اپنی کھیتی کا چالیسواں حصہ آپ کی نذر کیا ہوا تھا اور ایک بیل بھی آپ کی نیت کا رکھا ہوا تھا۔ آج وہ غلہ اس بیل پر لاد کر ہم آپ کے دربار میں لا رہے تھے۔ کہ راہ میں وہ مال چوروں نے لوٹ لیا۔ اب آپ فرمائیں کہ وہ نذر ادا ہو گئی یا نہیں یا ابھی ہمارے ذمہ ہے۔ آپ نے وہ غلہ جو بچا رکھا تھا اور وہ بیل کا چمڑا اور سر منگوا کر ان کو دکھلایا اور فرمایا

کہ یہ پہنچان لو یہ غلہ اور بیل تمہارا ہے یا اور کسی کا؟ انہوں نے فوراً پہچان لیا اور عرض کی کہ بس یہی بیل تھا اور یہی غلہ، آپ نے فرمایا کہ تمہاری نذر ادا ہو گئی ہے۔ تم ذرا دیر کر کے لاتے، درویش بھوکے تھے۔ چوروں نے جلدی پہنچا دیا۔ بعد ازاں آپ نے ان مولوی صاحبان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ ناحق فقیر پر بدگمانی کر کے بھوکے رہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنے بندوں کو حرام کبھی نہیں کھلاتا۔ یہ واقعہ دیکھ کر مولوی صاحبان بہت پشیمان ہوئے معافی کے خواہاں ہوئے۔

اصل میں ایمان یہی ہے کہ بغیر دلیل کے ہو۔ اصحاب عشرہ مبشرہ کو دیکھو کہ جن کو اس مخبر صادق ﷺ نے زندگی میں ہی جنت کی بشارت دے دی تھی۔ ان کا ایمان ایسا مقبول ہوا کہ سارے اصحاب سے ممتاز ہو گئے۔ انہوں نے کون سا عمل کیا تھا؟ صرف یہی کہ نماز کے درمیان حضرت رسول ﷺ نے جب بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف منہ پھیرا تو انہوں نے بھی بلا حجت ساتھ ہی منہ پھیر لیا۔ یہی عمل مقبول ہو گیا۔ شیخ کے حکم پر دلیل طلب کرنا، طالب صادق کی شان سے دور ہے۔ حکم مان لینا ایمان ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حضرت خضر علیہ السلام کی خدمت میں جانے سے بھی، پیر کی خدمت میں حاضر ہونا ثابت ہوا۔

نویں دلیل ...... دین کا دارومدار اور نجات کا، محبت حضرت رسول ﷺ پر رکھا گیا ہے۔ وہ محبت نہ تو کتابوں میں مل سکتی ہے اور نہ علماء ظاہر سے، اس کے حاصل ہونے کے واسطے پیر کامل کی صحبت ضروری ہے۔ یہ محبت کا سبق اُستاد روحانی کے سوا کوئی دوسرا پڑھا نہیں سکتا۔

عقل کے مدرسہ سے اُٹھ عشق کے میکدہ میں آ
جام فنا و بیخودی ہم نے پیا جو ہو سو ہو!

مدرسہ میں عاشقوں کے جس کی بسم اللہ ہو

اس کا پہلا ہی سبق یارو فنا فی اللہ ہو!

دسویں دلیل.....قرآن پاک میں وارد ہے:

"یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْہِ o وَاُمِّہٖ وَاَبِیْہِ وَصَاحِبَتِہٖ وَبَنِیْہِ" (سورۃ عبس)

(ترجمہ) قیامت کے دن ہر ایک آدمی اپنے بھائی، ماں باپ اور بیٹی بیٹے سے بھاگ جاوے گا۔"

ہر ایک اپنے حال میں گرفتار ہوگا۔ سب رشتے ٹوٹ جائیں گے۔ مگر پیر اور مرید کا رشتہ ہے کہ وہاں بھی قائم رہے گا۔ یہ رشتہ روز اوّل سے مقرر ہوا ہے۔ حدیث شریف ہے۔

اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَۃٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْھَا اِئْتَلَفَ وَمَا تَنَاکَرَ مِنْھَا اِخْتَلَفَ o (رواہ البخاری)

(ترجمہ) یعنی ارواح ایک لشکر جمع شدہ تھا۔ روز اوّل میں تمام ارواح (جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک پیدا ہوں گے۔"

اکٹھے کیے گئے تھے۔ ان میں جس جس روح نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ ان روحوں کی دنیا میں بھی آ کر ضرور محبت ہوگی اور جن روحوں کی وہاں شناخت نہیں ہوئی ان کی دنیا میں آ کر بھی ہرگز محبت نہ ہوگی۔ اگرچہ وہ دونوں بھائی بھائی ہی کیوں نہ ہوں۔ قیامت کے دن ماں، باپ، بیٹا، بیٹی، بھائی، عورت جن کے رحموں کے تعلقات ہیں وہ سب ٹوٹ جائیں گے۔ مگر روحوں کے تعلقات ضرور قائم رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا

الْمُتَّقِيْنَ" (پ۲۵،ع۱۲)

سب دوست اس دن دشمن ہو جائیں گے۔ مگر وہ لوگ جو پرہیز گار ہیں وہ اس روز بھی دوست ہی رہیں گے۔ محبت روحانی وہی محبت ہے جو پیر کو مرید کے ساتھ ہوتی ہے اور یہ محبت روحانی حشر کے دن ذریعہ نجات ہوگی۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا کہ حشر کے دن کوئی سایہ عرش کے سایہ کے سوا نہ ہوگا۔ اس سایہ میں سات قسم کے لوگوں کو جگہ دی جائے گی۔ جن میں سے دو آدمی وہ ہوں گے جن کی دنیا میں محض اللہ کے واسطے محبت رہی ہو۔ پس اس حدیث کی رو سے پیر اور مرید دونوں زیر سایہ عرش ہوں گے۔ تو ضروری ہے کہ کوئی پیر اختیار کیا جائے جس کی محبت کے ذریعے سے آفتاب حشر سے امان ملے۔

گیارہویں دلیل..... قرآن پاک میں وارد ہے:

"اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ ط (پ۱۹،ع۲)

(ترجمہ) "کیا تو نے اس آدمی کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا رکھا ہے۔"

بعض آدمیوں کو کسی نہ کسی چیز کے ساتھ ایسی محبت ہوتی ہے کہ اس محبت میں محو ہو کر خدا کو بھول جاتے ہیں۔ کوئی زر کا طالب ہے کوئی شیدائے زن، کوئی فرزند پر مفتون، کوئی دیوانہ عزت وثروت، کسی کو زمین سے عشق ہے اور کسی کو گھوڑی سے، یہ لوگ محبت میں ایسے غرق ہو جاتے ہیں کہ اصل مطلب ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔

عشق بیٹھا ہے دل میں اک بت کا
ہم تو یارو خدا کے بھی نہ رہے

اس پر ایک حکایت یاد آئی ہے وہ ہدیہ احباب ہے۔ ایک دن میرے اُستاد

جناب حضرت مولانا مولوی فیض الحسن صاحب مرحوم سہارنپوری نے فرمایا کہ ایک مولوی صاحب نے ایک درویش سے پوچھا کہ کہئے شاہ صاحب کیسے گزرتی ہے؟ درویش نے جواب دیا جب سے میرا خدا مر گیا ہے بہت اچھی گزرتی ہے۔ اس پر مولوی صاحب سخت برافروختہ ہوئے اور فرمایا کہ خدا واحد قیوم حی لا یموت ہے وہ ہرگز نہیں مرے گا۔ تو مرتد ہو گیا۔ کافر ہو گیا وغیرہ وغیرہ! اس پر درویش نے آہستہ سے پوچھا کہ مولوی صاحب! آپ نے قرآن شریف بھی پڑھا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ درویش نے کہا۔ مولوی صاحب یہ آیت بھی پڑھی ہے۔

"اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ ط (پ۱۹، ع۲)

مولوی صاحب میری مراد تو یہ تھی کہ جب سے میری خواہشیں مر گئی ہیں، میری زندگی بہت اچھی گزرتی ہے۔ اس پر مولوی صاحب سخت نادم ہو کر معافی کے خواستگار ہوئے کہ مجھے اس آیت کے معنی معلوم نہیں تھے۔ توحید اور معرفت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ جل شانہ کو خدائے برحق مان کر اس کے ساتھ دل لگایا جائے اور باقی خواہشات نفسانی دل سے دور کر دی جائیں۔

دل آرا میکہ داری دل درو بند!
دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند!

بات تو درست یہی ہے کہ دل ماسوائے اللہ سے پاک ہو جاوے۔ مگر یہ کام یعنی دنیا کی محبت کا دل سے دور کر دینا آسان کام نہیں ہے۔ اس کے واسطے سب سے اوّل ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جس کا دل دنیا کی محبت سے بالکل سرد ہو چکا ہو پھر اس شخص کی خدمت میں رہنا اور اس کی اطاعت کرنا لازمی ٹھہرایا جائے تو دل دنیا کی محبت سے پاک ہو سکتا ہے۔

ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ یہ صفات انہی لوگوں سے مل سکتی ہیں جو خود ان کے مشتاق ہوں اور ان صفات سے متصف ہو چکے ہوں۔ وہ سوائے پیران عظام کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

چودہویں دلیل..... قرآن پاک میں مقربین کا خطاب مقربان بارگاہ الٰہی کو عطا ہوا ہے اور درجہ مقربین کا علماء ظاہر سے نہایت اعلیٰ فرمایا گیا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ بادشاہ کے نوکر دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو چوکیدار جن کا فرض ہے کہ غل مچاتے رہیں اور لوگوں کو آگاہ کرتے رہیں چور گھروں میں داخل نہ ہونے پاویں۔ یہ چوکیدار اگر چپ رہیں تو مجرم ہوتے ہیں۔ یہ چوکیدار تو علماء ظاہر کو تصور کرو کہ ان کا فرض ہے کہ لوگوں کو وعظ و کلام سنا کر دین کی اشاعت میں ساعی رہیں اگر عالم چپکا رہے تو حدیث شریف میں اس کو گونگا شیطان کہا گیا ہے۔

دوسرے خاص نوکر ہوتے ہیں جو راز سے بھی آگاہ ہوتے ہیں اور خلوت خانہ شاہی میں بھی حاضر رہتے ہیں۔ بہت سے پوشیدہ اُمور ان پر واضح ہوتے ہیں۔ مگر ان کو زبان ہلانا بالکل روا نہیں۔ اگر اظہار کر دیں تو ویسے ہی مجرم ہیں جیسے کہ چوکیدار خاموشی پر۔ بقول سعدی رحمۃ اللہ علیہ:

ستانند زباں از رقیبانِ راز
کہ تا راز سلطان نگویند باز

یعنی جو راز سے آگاہ نوکر ہوتے ہیں ان کی زبانیں شاہی حکم سے کاٹ لی جاتی ہیں۔ تاکہ راز افشانہ ہو جائے۔ یہی صوفیائے کرام گروہ مقربین ہیں جن کی زبان خاموش ہے۔ دیکھو جامی کیا فرماتے ہیں:

و ز عالم عشق بے زبانی اولیٰ!
در عالم فقر بے نشانی اولیٰ!

یہ رموز پڑھنے لکھنے میں نہیں آسکتے:

ایں مدرسہ نیست جائے آواز

از سینہ بہ سینہ مے رسد راز

ایک اور بزرگ فرماتے ہیں:

ایں علم درسی نہ بود در سینہ بود

یہی علم لدنی یا علم باطن اصل اُصول دین وایمان ہے۔ بغیر صحبت کاملاں یہ نعمت عظمیٰ نصیب نہیں ہوسکتی۔ یہ حدیث دل ہے:

حدیث سر دل دل داند وبس

زبان ولب ازاں آگاہ نباشند

پر زباں قفل است در دل راز ہا

لب خموش ودل پر از آواز ہا!

یہ علم معرفت یا نور ایمان صرف صاحب دلوں کی خدمت سے مل سکتا ہے۔

پندرہویں دلیل...... "مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِھِمْ حَسَنٰتٍ" (پ۱۹،ع۴)

(ترجمہ) جو کوئی توبہ کرے اور ایمان لاوے اور عمل نیک کرے تو اس کے سابقہ گناہوں کو ہم نیکیوں سے بدل دیتے ہیں۔

اس آیت سے مولا کی اپنے بندوں پر انتہا درجہ کی مہربانی اور عنایت ثابت ہوتی ہے کہ ایک توبہ سے سارے پچھلے گناہ معاف فرمادیتا ہے اور توبہ از روئے دیانت تو کافی ہے کہ بندہ خدا کو حاضر جان کر اس کے روبرو اپنے گناہ کا اقرار کرے اور اس سے معافی طلب کرے۔ مگر از روئے شریعت ضروری ہے کہ توبہ کا ایک گواہ بھی ہو۔ چونکہ گواہ کی وقعت پر بڑا دارومدار ہے۔ اس واسطے توبہ کا گواہ ایک کامل مرد خدا ہونا چاہئے

اور وہی مرشد ہوتا ہے۔

سولھویں دلیل......قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ○ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ○ (پ۳۰، ع۱۶)

(ترجمہ) اس نفس کو جس نے پاک کرلیا وہ خلاصی پا گیا۔"

اب نفس کے پاک کرنے کے واسطے اس کے اخلاق ذمیمہ کو دور کرنا ضروری ہے۔ تاکہ وہ نیک اخلاق سیکھے اور نفس بالطبع سختی پسند ہے۔ صلح سے اس کا راہ پر آجانا ممکن نہیں تو کوئی پاک وجود تلاش کرنا چاہئے جس کا نفس پاک ہو چکا ہو۔ اس کی صحبت کو لازم پکڑنا اور اپنی کل خواہشوں کو اس کی خواہش کے ماتحت کر دینا چاہئے۔ نفس اس کی وحشت اور رعب سے دبکا رہے گا اور خباثت کو ظاہر نہ کرے گا۔ بلکہ آہستہ آہستہ اس دوسرے پاک شدہ نفس کی عادات حاصل کرنے لگے گا۔ اس آدمی کو جس کی صحبت میں بیٹھ کر نفس پاک ہوتا ہے۔ مرشد کہتے ہیں اور مرشد کی جس قدر اخلاق ذمیمہ کے دور کرنے میں ضرورت ہے اس سے زیادہ اخلاق حسنہ کے پیدا کرنے کے واسطے احتیاج ہے۔ غرض شیخ کے بغیر انسان کا نہ تو نفس پاک ہوسکتا ہے اور نہ انسان انسان بن سکتا ہے۔

سترہویں دلیل......"هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ" ○ (پ ۲۷، ع۱۷) اسم ظاہر کا تو علم ظاہر پر ہوتا ہے اور اسم باطن کا تو علم باطن پر۔ علم ظاہر تو علماء ظاہر سے حاصل کر سکتے ہیں مگر علم باطن کہاں سے حاصل کریں۔ وہ علماء باطن سے حاصل ہوسکتا ہے اور وہ لوگ کہ کاشفانِ اسرارِ غیب ہیں۔ محرم راز ہیں، اسرار باطنی سے آگاہ ہیں۔ ان کو علماء باطن بھی کہتے ہیں۔

اٹھارویں دلیل......"فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ" ○ (پ۱۴، ع۱۲) (ترجمہ) اور تم کوئی مسئلہ نہ جانتے ہو اور نہ کوئی اور تم کو بتلا سکے تو تم ایسے

مسائل اہل ذکر سے پوچھ لیا کرو۔"

اس آیت سے ظاہر ہے کہ علماء باطن سے سینے میں وہ جوہر ہے جس سے علماء ظاہر و دیگر بنی نوع انسان بے خبر ہیں۔ کیونکہ خداوند نے اس آیت میں اہل علم ذکر نہیں فرمایا بلکہ اہل ذکر کا یعنی ارباب باطن فرمایا ہے اور ارباب باطن کے دل نور عرفان اور علم لدنی کے خزانے ہیں۔ ارباب باطن کو ہی پیران طریقت کہا جاتا ہے۔

انیسویں دلیل...... نفس امارہ کا ثبوت قرآن پاک میں موجود ہے۔ اس کی امارگی سے ابنیاء علیہ السلام نالاں ہیں۔ پس نفس جو فطرتاً شریر ہے خود بخود شرارت کو نہیں چھوڑ سکتا۔ جب تک اس کا باقاعدہ علاج نہ کیا جاوے اور اس کو آہستہ آہستہ مطیع نہ بنایا جاوے۔ اس کا علاج کرنے والے لوگ، وہی پیران عظام ہیں جن کے علاج سے یہ نفس امارہ لوّامہ اور مطمئنہ کے درجے تک پہنچ جاتا ہے اور شرارتیں چھوڑ کر مطیع فرمان بن جاتا ہے۔ اس کا علاج کریں۔ ان کی خدمت غنیمت جاننی چاہیے۔

بیسویں دلیل...... "تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِیْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ" ○ (پ۲۹، ع۷)

(ترجمہ) "فرشتے اور روح اس کی طرف ایک ایسے دن میں عروج کرتے ہیں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔"

اس آیت کے حکم سے راہ سلوک پچاس ہزار سالہ راہ ہوئی۔ جس کو طے کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک تو اعمال صالح اور دوسرا توجہ شیخ۔ اس کی مثال یوں سمجھ لو کہ دریا ہے جس کو ہم نے عبور کرنا ہے۔ اس عبور کے دو قاعدے ہیں۔ ایک تو بذریعہ شناوری کے اور دوسرے سیکھنے اور پھر اس دریائے پچاس ہزار سالہ راہ کو عبور کرنے کے واسطے عمر طویل چاہیئے اور اس اُمت کی عمریں ساٹھ اور ستر سال کی ہیں اور ساٹھ سالوں

میں ہزار ہا مشاغل دنیاوی بھی ساتھ ہیں۔ تو ہم کیونکر اس بیکراں سمندر کو تیر کر عبور کر سکتے ہیں۔ ہم کو وہی دوسرا راستہ اختیار کرنا چاہیئے۔ یعنی کسی ملاح کشتی بان کے حوالے اپنے آپ کو کر دیں اور جس طرح سے وہ پار لے جانا چاہے، ہم اس میں چون و چرا نہ کریں۔

حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ کسی کا یہ راستہ دس سال میں طے ہو جاتا ہے کسی کا بیس سال میں۔ کسی کا ایک سال میں اور کسی کا ایک ماہ میں بلکہ ایک دن ایک گھنٹہ میں بھی طے ہو جاتا ہے۔ مگر عنایت اور توجہ پیر پر سب کچھ موقوف ہے۔

بے عنایات حق وخاصان حق!
گر ملک باشد سیہ ہستش ورق!

اکیسویں دلیل ..... یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا ۝ (پ۲۲،ع۳)

رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۝ (پ۱۸،ع۱۰)

وَالذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ۝ (پ۲۲،ع۲)

خداوند تعالیٰ نے اوّل آیت میں کثرت سے ذکر کرنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ دوسری آیت میں اس قدر تاکید فرمائی ہے۔ کہ سودا خریدنے یا بیچنے اور دنیا کے کاروبار کرنے میں بھی ہماری یاد سے غافل نہ ہو جانا چاہیئے۔ تیسری آیت میں ذاکرون کے واسطے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ علاوہ اس کے بے شمار آیتیں قرآن شریف میں ذاکروں کی تعریف میں بیان فرمائی ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ ذکر بڑی نعمت ہے اور اس کا حاصل کرنا موجب رضائے خداوندی ہے۔ یہ کیونکر حاصل ہوتا ہے۔ اس امر کا فیصلہ میرے پیر و مرشد قبلہ و کعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت مفصل بیان فرمایا ہے۔
"ذکر نہیں حاصل ہو سکتا جب تک دل نہ ہو اور دل نہیں مل سکتا جب پیر نہ ہو اور

پیر نہیں مل سکتا جب تک ارادت نہ ہو۔"

اس فیصلہ میں بھی مرید کی طلب اور شیخ کی ضرورت کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔یعنی ذکر کی حلاوت اور اس کے انوار سے ہرگز دل نورانی نہیں ہوسکتا جب تک کہ کوئی شیخ باقاعدہ ذکر کی تلقین نہ کرے تو شیخ کا ہونا نہایت ضروری ہوا جو کہ دل کو قابل بنادے۔پھر اس میں ذکر کا بیج بوئے۔

بائیسویں دلیل.....یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْھِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ ۝ (پ۲۸،ع۱۴)

(ترجمہ) "اے ایماندارو ایسا نہ ہو کہ مال اور اولادیں تمہیں اللہ کی یاد سے غافل کردیں۔"

اس آیت میں خداوند تعالیٰ نے سب سے زیادہ خطرناک رکاوٹیں جو ذاکر کو ذکر الٰہی میں پیش آتی ہیں بیان فرمائی ہیں۔ایک تو حب مال اور دوسری حب اولاد،ہم جہاں تک دیکھتے ہیں لوگ اولاد اور مال کی ذھن میں کچھ ایسے لگے ہوئے ہیں کہ ذکر خدا سے بالکل غافل ہوگئے ہیں۔اس خسارہ سے وہ شخص جو کسی پیر کی صحبت میں رہ چکا ہو خوب واقف ہوتا ہے غفلت چونکہ ایک خوفناک مرض ہے اس واسطے اس سے بچنے کے واسطے ضروری ہے کہ کسی مرشد کی تلاش کی جائے۔

تئیسویں دلیل....."اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَھَا وَاَشْفَقْنَ مِنْھَا وَحَمَلَھَا الْاِنْسَانُ ۝ (پ۲۲،ع۶)

اگرچہ مفسرین نے اس آیت میں لفظ امانت کی تفسیر میں بہت سی بحث کی ہے اور مختلف تفسیریں بیان فرمائیں ہیں۔لیکن سب سے زیادہ مناسب اس کی تفسیر یہی ہے کہ امانت سے معرفت الٰہی مراد ہے جو صوفیائے کرام کے سینے میں ودیعت ہوئی ہے۔

نخوتے دارند کبرے چوں شہاں
خادمی خواہند از اہل جہاں!

وہ امانت یہاں سے حاصل کرنی چاہیے۔

تا نباشی پیش شاں راکع دو تو
کے سپارند آں امانت را بہ تو!

یہ علم نیا جاری نہیں ہوا بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اسی طرح چلا آیا ہے اور اس کے عالم بھی ہوتے چلے آئے ہیں اور یہ عالم خدا کی رحمت کے نشان تا دور قیامت زمین پر موجود رہیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تو اس علم نے یہاں تک ترقی کی کہ یہ لوگ دنیا کے سب تعلقات چھوڑ کر اسی کی طرف ہو رہے اور رہبان بن کر پہاڑوں اور جنگلوں میں اپنی عمریں گزار دیں۔ لیکن حضور انور حضرت سیدنا محمد ﷺ نے اس کو درجہ اعتدال پر رکھ کر حکم دیا کہ خدا کی یاد میں بندگان خدا کے حقوق کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیے۔ اللہ کو یاد کرو دل سے اور مخلوق کی خدمت کرو جسم سے۔ چنانچہ اب بھی صوفیائے کرام کا یہی دستور العمل ہے۔

از دروں شو آشنا وز بروں بیگانہ وش!
ایں چنیں زیبا روش کم تر بود اندر جہاں

اور جس قدر غوث، قطب، ولی، ابدال، اوتاد آج تک گزرے ہیں، وہ سب کسی نہ کسی کی غلامی کر کے اس مرتبہ اعلیٰ کو پہنچے ہیں۔ پس مرتبہ قرب حاصل کرنے کی واسطے کسی پیر کے ساتھ بیعت کرنا ضروری ہے اور اس کے بغیر جہالت اور گمراہی ہے۔ ہدایت پانے کا یہی طریقہ مقرر ہے اور یہی قیامت تک رہے گا۔

گم آں شد کہ دنبال راعی نہ رفت

چوبیسویں دلیل...... "وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝" (پ ۲۵، ع ۱۰)

حدیث شریف میں ہے کہ شیطان نے دل پر پنجہ مارا ہوا ہے۔ جب کوئی آدمی پیر کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے تو وہ پنجہ دل سے چھوٹ جاتا ہے۔ بعد ازاں جب پیر کی توجہ مرید کی طرف رہے یا مرید کا خیال پیر کی جانب رہے تب تک اس مرید کا دل اس شیطان کے دخل سے محفوظ رہتا ہے۔ چونکہ انسان کے سارے جسم کی اصلاح صرف دل کی اصلاح پر موقوف ہے تو لازم ہے کہ کسی پیر کے ساتھ تعلق پیدا کر کے دل کو پنجہ شیطان سے نجات دی جاوے تاکہ دل کی اصلاح ہو جاوے۔

پچیسویں دلیل...... یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ (پ ۱۱، ع ۴)

(ترجمہ) "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور صادق لوگوں کے ساتھ رہا کرو۔"

صادقین سے مراد صوفیاء کرام ہیں۔ ان کی صحبت میں رہ کر ہم خوف خدا اپنے دلوں میں پاتے ہیں۔ گناہوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ قرآن شریف کی اس آیت میں بھی انہیں لوگوں کی صحبت کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ تفسیر روح البیان میں اس آیت کے ضمن میں مرقوم ہے۔

الصادقون هم المرشدون الى طريق الوصول فاذا كان السالک فی جملة احبابهم ومن زمرة الخدام فی عتبة بابهم فقد بلغ محبهم وتربيتهم وقوة ولايتهم الى مراتب فی السير الى الله وترک ماسواه قال حضرة شيخ الاكبر قدس سره الا طهران لم تجر افعالک علی مراد غيرک لم يصلح لک انتقال عن هوائک ولو جاهدت نفسک عمرک فاذا وجدت من يحصل فی نفسک حرمته فاخدمه وکن فيها بينا يديه يصرفک کیف يشاء لاتدبير لک فی نفسک معه تعش

سعیدا مبادرا لا متثال ما یامرک به و ینھک عنه فان امرک بالحرفته فاحترف عن امره لاعن ھواک و انا مرک بالقعود فاقعد عن امره لا عن ھواک ھوا عرف بمصالحک منک فاسع یا بنی فی طلب شیخ یرشدک ویعصم خواطرک حتی تکمل ذاتک بالوجود الالھی وحینئذ تبرک نفسک بالوجود الکشفی الاعتصامی کذافی مراقع النجوم○

چوں گزیدی پیر نازک دل مباش
سست و رزیں چو آب وگل مباش
چوں گرفتی پیرہن تسلیم شو!
ہمچو موسیٰؑ زیر حکم خضرؑ رد
شیخ را کہ پیشوا ورہبر است!
گر مریدے امتحان کرد او خراست

خلاصہ......اس کا یہ ہے کہ پیر صادق وہ لوگ ہیں جو وصول الی اللہ کے طریق کے راہ نما اور ہادی ہیں۔ اگر سالک راہ حق ان کے محبوں میں داخل ہو جائے اور ان کے آستانوں کا خادم بن جائے تو اس کو ان کی محبت حاصل ہو جائے گی اور ان کی تربیت میں داخل ہو کر سیر الی اللہ اور ترک ماسوا کے درجہ تک پہنچ جائے گا۔

حضرت شیخ الاکبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تو اپنے تمام اُمور کو کسی پاک وجود کے امر کے تحت نہ کرے تو تو ہوا و حرص کے جال سے کبھی رہائی نہیں پا سکتا۔ اگر چہ تو ساری عمر اپنے نفس کو مجاہدہ میں ڈالے رکھے۔ پس اگر تجھے کوئی ایسا وجود مل جائے جس کی تعظیم و تکریم تو اپنے نفس میں پاوے تو اس کی خدمت لازم پکڑ اور اپنے آپ کو اس کے سپرد ایسے کردے جیسے کہ میت غسال (میت نہلانے والے) کے بس میں ہوتی ہے۔ وہ جس طرح چاہے تجھ میں تصرف کرے تو اپنی سب تدبیریں چھوڑ

دے۔ تیرا اس کے ساتھ زندگی بسر کرنا عین سعادت ہے۔ تجھے چاہئے کہ جو وہ امر کرے فوراً اس کی تعمیل کرے اور جس بات سے وہ منع کرے اس سے ہٹ جاوے۔ اگر تجھ کو کسب کے لئے حکم کرے تو اس کے حکم سے کسب کرے نہ اپنی خواہش نفسانی سے اور اگر تجھ کو کسب کے ترک کرنے کا حکم دے تو اس کے حکم سے ترک کر نہ اپنی مرضی سے۔ کیونکہ وہ تیری بہتریوں کو تجھ سے بہتر جانتا ہے۔ پس اے فرزند! شیخ کی تلاش میں سعی کرو جو تیری رہنمائی کرے اور تجھ کو خواطر نفسانی سے بچائے۔ یہاں تک کہ تیرا نفس پاک ہو جائے۔ (انتہی کلامہ)

چھبیسویں دلیل......"اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ط یَدُاللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ ؕ" (پ۲۶،ع۹)

(ترجمہ) "اے رسول ﷺ جو لوگ تمہارے ساتھ بیعت کرتے ہیں۔ وہ ہماری ہی بیعت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اُوپر ہوتا ہے۔"

سلسلہ میں بیعت کرنے سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی طالب کسی پیر کے ساتھ بیعت کرتا ہے اور پیر کے ہاتھ میں ہاتھ دیتا ہے۔ تو اس کا ہاتھ سلسلہ میں مسلسل ہو کر جناب رسالتمآب ﷺ کے مبارک ہاتھ میں پہنچتا ہے۔ جب کہ طالب رسول ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دے چکتا ہے تو اس آیت کے حکم سے اس کا ہاتھ خدا کے دست قدرت میں پہنچ گیا۔ یہ ادنیٰ فائدہ پیر سلسلہ کے ساتھ بیعت کرنے کا ہے۔

ستائیسویں دلیل......تَعْبُدُ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ (بخاری شریف)

(ترجمہ) "اپنے پروردگار کی اس طرح عبادت کر گویا کہ تو اس کو دیکھتا ہے اور اگر یہ مرتبہ تجھ کو حاصل نہیں تو یہ سمجھ لے کہ خدا تعالیٰ تجھ کو دیکھتا ہے۔"

یہ حدیث شریف صحیح مسلم اور بخاری میں موجود ہے۔ شریعت میں اس کو علم

احسان سے تعبیر کیا گیا ہے۔اس علم احسان کے حاصل کرنے کے واسطے ضروری ہے کہ کسی پیرومرشد کے پاس حاضر ہوکر ان سے یہ علم حاصل نہیں ہوسکتا۔اس لئے ان کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری ہے۔

اٹھائیسویں دلیل......حدیث شریف حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے:

حفظت من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وعائین فاما احدھما فبثثت فیکم واما الاخر لو بثثت فیکم لقطع ھذاالباحوم منّی یعنی مجری الطعام ٥ (رواہ البخاری)

(ترجمہ) میں نے رسول اللہ ﷺ سے دو علم لئے۔ ان میں سے ایک تو تمہارے درمیان ظاہر کرتا ہوں اور اگر دوسرا ظاہر کرتا ہوں تو میرا اگلا کاٹ لیا جائے۔"

اس حدیث شریف سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک علم باطنی ہے، دوسرا علم ظاہری، علم ظاہری تو عالمان ظاہری سے حاصل کر سکتے ہیں۔لیکن علم باطنی عالمان باطنی کی خدمت میں حاضر ہونے کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔اس لئے ضروری ہوا کہ کسی پیر طریقت کی خدمت میں حاضر ہوکر وہ علم بھی حاصل کیا جائے۔اگرچہ اس قحط الرجال کے زمانہ میں بندگان خدا کا ملنا بہت مشکل ہو گیا ہے۔مگر طلب اور جستجو ضروری ہے۔ جو شخص طالب راہ خدا ہوگا، خداوند کریم اس کو خود رہبر ملا دے گا۔فقیر کے دل میں ایک دن خیال آیا کہ ایک وہ زمانہ تھا کہ صدہا بندگان خدا یعنی اولیاء اللہ زمانہ میں موجود تھے۔ جہاں طالبان علم باطن چاہتے تھے۔ حاضر ہو کر مستفید ہو سکتے تھے اور اپنی مشکلات کے واسطے دعائیں کرا سکتے تھے اور اپنی کسی مصیبت کے وقت ان کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنے دل کی تسلی واطمینان کر سکتے تھے اور ایک یہ زمانہ ہے کہ لاہور اور امرتسر جیسے بڑے بڑے شہروں میں جن میں قریباً تین لاکھ کی آبادی ہے۔ایک بھی ایسا متبرک وجود بظاہر معلوم نہیں ہوتا۔اس کے بعد ایک دن وہ بھی آجائے گا کہ مختلف

مقامات میں جو بعض متبرک وجود عالمان علم باطن موجود ہیں ان کا بھی ملنا مشکل ہو جائے گا۔ طالبان راہ خدا کو لازم ہے کہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر علم باطن حاصل کر کے اور حوادثات زمانہ سے محفوظ رہیں۔

ع......اگر در خانہ کس است یک حرف بس است

انتیسویں دلیل......حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھ کو آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

علم دو ہیں، ایک وہ علم ہے جو زبان کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور ایک وہ جو دل سے تعلق رکھتا ہے اور فرمایا کہ یہ دوسرا یعنی دل کا علم زیادہ نافع اور ضروری ہے۔ پس زبان کا علم تو عالمان ظاہر سے حاصل کر سکتے ہیں۔ مگر علم قلب سوائے عالمان باطن یعنی صوفیائے کرام کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے ان کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری ہے۔

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

علم خوانی ہم طریقش قولی است!
حرف آموزی طریقش فعلی است!
فقر خواہی او بصحبت قائم است
نے زبانت کار مے آید نہ دست

مختصر یہ کہ علم قلبی یعنی علم باطن صوفیائے کرام کی خدمت میں حاضر ہونے اور ان کی صحبت سے مستفیض ہونے کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسی کا نام فقر یعنی علم باطن ہے جس کے واسطے پیرو مرشد کی ضرورت ہے۔

اب میں اس مضمون کو دعا پر ختم کرتا ہوں۔ خداوند کریم اس کو قبول فرمائے اور اس مختصر تحریر کو طالبان خدا کی ہدایت کا ذریعہ بنا دے۔ بحرمت النبی ﷺ و آلہ الامجاد۔

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

تصورِ شیخ

دل کو آئینہ بناتا ہے تصور پیر کا
قلب کی سیاہی مٹاتا ہے تصور پیر کا

ہوتا ہے اس سے میسر دل کو دیدار رسول ﷺ
حق تعالیٰ سے ملاتا ہے تصور پیر کا

دل میں پیدا ہوتی ہے اس سے خدا کی معرفت
جام وحدت کا پلاتا ہے تصور پیر کا

دل کی سب تاریکیاں کافور ہو جاتی ہیں جب
نور کی شمع کو جلاتا ہے تصور پیر کا

رہنما ہوتا ہے یہ طوفان غم میں بالیقین
کام سب بگڑے بناتا ہے تصور پیر کا

پیر کا مجھ کو نظر آتا ہے ہر شے میں جمال
جب میری آنکھوں پہ چھاتا ہے تصور پیر کا

سامنے آتے ہیں وہ اُٹھ جاتے ہیں سارے حجاب
جس گھڑی عاصی جماتا ہے تصور پیر کا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مرید صادق

اگر چہ لفظ مرید ایک ایسا عام فہم لفظ ہے جو روزانہ بول چال میں بے تکلف استعمال میں آتا رہتا ہے۔ لیکن لغت میں مرید کے معنی ارادہ کنندہ کے ہیں۔ بلا تمیز اس بات کے کہ ارادہ کنندہ کا نیک ارادہ ہو یا نہ ہو اور اصطلاح صوفیائے کرام میں تو اس لفظ کے اس قدر وسیع معنے لئے گئے ہیں۔ جن کے لکھنے کے لئے ایک دفتر چاہئے۔ حضرات صوفیا کے نزدیک مرید اس شخص کو کہتے ہیں۔ جو سچی ارادت لے کر وصول الی اللہ کی غرض سے کسی شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے آپ کو اس کے ہاتھ پر بیچ ڈالے۔ یعنی اپنی کل خواہشیں اور ارادے شیخ کی خواہشوں اور ارادوں میں فنا کر دے اور تاوقتیکہ اپنے مقصد حقیقی یعنی ذات باری عزاسمہ کو نہ پائے چین سے نہ بیٹھے۔ صوفی دنیا کا ایک مقولہ مشہور ہے۔ "اَلْمُرِیْدُ لَا یُرِیْدُ اِلَّا اللّٰہ" یعنی مرید وہ ہوتا ہے جس کے دل میں خدا کے سوائے کسی دوسری شے کی خواہش نہ ہو۔ مرید کی دو قسمیں ہیں۔ مرید اسمی اور مرید حقیقی، مرید اسمی وہ ہے جس کو پیر تلقین کرے کہ مذہب سنت والجماعت پر قائم رہو۔ دیکھی اور سنی ہوئی ناجائز باتیں چھوڑ دو اور مرید حقیقی وہ ہوتا ہے جس کو پیر تلقین توبہ وواردات کے وقت حکم دے کہ تم ہماری صحبت میں رہو اور ہم تمہاری صحبت میں رہیں گے۔ مرید حقیقی کی بھی دو قسمیں ہیں۔ مرید اور مراد، مرید وہ ہوتا ہے۔ جو مجاہدے اور ریاضت وعبادت سے پیر کو خوش کرنے کی کوشش کرے اور ہر

وقت پیر کی رضا جوئی میں مصروف رہے۔ مراد وہ ہوتا ہے جس کی رضا پیر تلاش کرے اور اس کی لغزش پر بلا مواخذہ اسے مطلع کر دیا جائے۔ اس کی تھوڑی عبادت کو زیادہ قبولیت دی جائے۔ غرض مرید محبّ ہوتا ہے اور مراد محبوب۔ مرید عاشق ہوتا ہے اور مراد معشوق۔ مرید طالب ہوتا ہے اور مراد مطلوب، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ خدا تعالیٰ کے سوا کسی دوسری غرض کے لئے پیر کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ وہ فی الحقیقت مرید نہیں ہوتے۔ البتہ بار بار حاضر ہونے سے شیخ کی روحانیت کا فیض ان پر اپنا اثر کرتا رہتا ہے اور رفتہ رفتہ اس سلسلہ وار تاثیر سے اس مرید کے دل میں بھی اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور آخر کار شیخ کی برکت سے وہ شخص بھی حقیقی مرید کہلانے کا حق دار ہو جاتا ہے۔ لیکن اس بوجھ کے اُٹھانے والا یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کرنے والا آدمی دھن کا پکا ہونا چاہئے۔ محبوب سبحانی غوث صمدانی امام ربانی قطب الاقطاب مرجع شیخ وشباب، عالی جناب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں۔ ''دریں راہ اند کے جنوں ہم درکار است۔'' یعنی اس راستہ میں قدم رکھنے والے کے لئے قدرے جنون کی بھی ضرورت ہے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ رستے کا کوئی حادثہ یا ملامت کرنے والے کی طعن و تشنیع یا جان و آبرو کا خوف غرض کوئی بڑی سے بڑی روک بھی اس کو اس رستہ سے نہ روک سکے۔ امام العاشقین حضرت سرمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی مضمون کو ایک عجیب وغریب رباعی میں یوں منظوم فرماتے ہیں۔

در مذبح عشق جز نکو را نکشند!!
لاغر صفتان وحیلہ جو را نکشند
گر طالب صادقی ز کشتن مگریز!
مردار بود کسیکہ او را نکشند

یہی مضمون ایک دوسرے رباعی میں حضرت سرمد رحمۃ اللہ علیہ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

سرمد غم عشق بوالہوس را ندہند
سوز پر پروانہ مگس را ندہند
عمرے باید کہ یار آید بکنار
سرمد ایں دولت ہمہ کس را ندہند

مختصر مطلب ان رباعیوں کا یہ ہے کہ عشق کے مذبح ذبح ہونے کے لائق ہمت اور استقلال والے قرار پاتے ہیں۔ پست ہمتوں اور بھگوڑوں کو وہاں بار نہیں ملتا۔

غرض یہ وہ کڑی منزل ہے۔ جس میں راہرو کو دل نہ چھوڑ دینا چاہئے اور اس بحر ناپیدا کنار میں کمر ہمت مضبوط باندھ کر کود پڑنا چاہئے۔ بلبل شیراز بوستان میں یوں نغمہ طراز ہے:

طلب گار باید صبور وحمول
کہ نشنیدہ ام کیمیا گر ملول
کہ زرہا بخاک سیاہ در کند
کہ باشد کہ روزے مسے زر کند

یعنی مرید صادق اور طالب مولا کو کم از کم مہوس کا سا استقلال تو رکھنا چاہئے جو ایک موہوم اُمید پر اپنا سارا مال و دولت جلا کر خاک کر دیتا ہے اور بار بار کی ناکامی اس کے حوصلے کو پست نہیں کر سکتی اور جس شے کو اپنا مقصود ٹھہرا رکھا ہے۔ اس سے کبھی منہ نہیں پھرتا۔ اسی طرح امرتسر میں ایک درویش نے فقیر کے پاس آ کر اپنی ایک باطنی مشکل بیان کی اور اس مشکل کے حل ہونے کے واسطے فقیر سے دعا کا خواہاں ہوا۔ مرید وہ درویش کسی دوسرے بزرگ کا تھا۔ فقیر نے اسے ایک وظیفہ بتلا کر رخصت کر دیا۔ دوسرے ہی دن علی الصبح وہ درویش نہایت خوش و خرم فقیر کے پاس آیا اور کہنے لگا۔

الحمدللہ آپ کی دعا سے خدا تعالیٰ نے آج رات میری وہ مشکل حل کر دی۔ میں آپ کا بڑا مشکور ہوں۔ بڑا ممنون ہوں لیکن کیا کروں خدا تعالیٰ نے مجھے ایک ہی سر دیا تھا۔ جس کو میں ایک جگہ بیچ چکا ہوں۔ دوسرا سر ہوتا تو میں ضرور آپ کی نذر کرتا۔ اس درویش کے اس فقرے پر فقیر غش کر گیا۔ باوجود یہ کہ اس کے ساتھ فقیر نے سلوک بھی کیا۔ خدا تعالیٰ نے اس کی مشکل بھی حل کر دی۔ لیکن جس دروازے کو وہ اپنی توجہ کا مرکز ٹھہرا چکا تھا۔ اس کی طرف سے خیال یا توجہ کو سر مو لغزش نہ ہوئی۔

سایہ حق برزمین فرزند حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سراج الہدیٰ خواجہ ارجمند شہنشاہ مشکل کشا نقشبندی بخاری رضی اللہ عنہ اپنے حالات میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک دن سر شام میرے دل میں اپنے پیرو مرشد خواجہ عالی جاہ آیت من آیت اللہ محبوب حضرت ایزد متعال سید السادات حضرت خواجہ امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کی قدم بوسی کا شوق غالب ہوا۔ بے تاب ہو کر گھر سے نکلا اور در دولت کی طرف بے اختیار روانہ ہوا۔ رستے میں حضرت خضر علیہ السلام ملے اور مجھے ایک محبت آمیز لہجہ میں پکارا کہ بہاؤالدین کہاں جاتے ہو۔ ذرا ٹھہر جاؤ! مجھے آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ میں نے توجہ نہ کی اور اپنی رفتار کو بدستور جاری رکھا انہوں نے کئی دفعہ پکارا۔ مگر میں نہ ٹھہرا۔ اپنے پیرو مرشد حضرت خواجہ میر کلال قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مسکرا کر فرمایا بہاؤالدین آج تمہیں حضرت خضر علیہ السلام ملے مگر تم نے توجہ نہ کی۔ میں نے نہایت مودبانہ طریق سے عرض کی کہ یا حضرت! جو حضور کے رخ پرنور کو دیکھ چکا ہو اس کو خضر علیہ السلام سے کیا کام۔ سبحان اللہ یہ ہے مریدی اور یہ ہے ارادت۔

فخر زمان حضرت ابوعثمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مرید صادق وہ ہے جس کو اگر ہزار ذلت اور ہزار رسوائی کے ساتھ شیخ اپنی مجلس سے نکال بھی دے تو بھی اس

کے دل میں شیخ کی عظمت و محبت ذرہ بھر کم نہ ہو۔ بلکہ نقصان کی بجائے اس محبت میں اور ترقی ہو۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اپنے شیخ کے حضور بیٹھا ہوا تھا۔ مجلس خوب گرم تھی کہ شیخ نے مجھے نہایت بے عزتی کے ساتھ مجلس سے نکل جانے کا حکم دیا۔ میں نے تعمیل ارشاد کی اور مریدانہ آداب کے ساتھ مجلس سے اُٹھ کر چلا آیا۔ لیکن اس کے بعد میں نے عہد کر لیا کہ جب تک زندہ رہوں گا شیخ کے دروازے پر پڑا رہوں گا اور شیخ کے حکم کے بغیر وہاں سے کبھی غیر حاضر نہ ہوں گا۔ ایک مدت تک میرا یہی حال رہا کہ آستانِ شیخ پر رات دن حاضر رہتا تھا۔ آخر اس طبیب قلبی نے جب میری یہ استقامت دیکھی تو مجھے اپنے حضور میں طلب فرمایا اپنا مقرب خاص بنایا اور وہ عنائتیں کیں جو حد شمار سے باہر ہیں۔

سراج السالکین حضرت خواجہ محمد صالح بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو شاہ خواجگان خواجہ بلاگردان ہادی عالی جناب حضرت خواجہ بہاؤ الدین والدین المعروف بشاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے مرید با اخلاص اور خلیفہ خاص ہیں۔ اپنی کتاب ''انیس الطالبین'' میں جو انہوں نے اپنے شیخ کے حالات میں لکھی ہے۔ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ بزرگ میرے پیر و مرشد فرمایا کرتے تھے۔ کہ ابتدائے احوال میں ایک دن مجھے اپنے شیخ و مولانا سیدنا حضرت امیر کلال رضی اللہ عنہ کی زیارت کا شوق دامن گیر ہوا۔ سردی کا موسم تھا۔ گھر سے نکلا۔ آفتاب مجھے رستے میں ہی غروب ہو گیا اور برف بھی پڑنی شروع ہو گئی۔ دربار شریف پہنچ کر میں نے آستان بوسی کی اور حجرہ خاص میں قدم بوسی کے واسطے حاضر ہوا۔ مجھے کیا خبر تھی کہ مزاج شریف کا اس وقت کیا حال ہے۔ پوچھا کون ہے۔ میں نے عرض کی بہاؤ الدین، شان بے نیازی مجھے تو کچھ ارشاد نہ ہوا خادم خاص کو بلا کر حکم دیا کہ اس کو اسی وقت میری خانقاہ سے باہر نکال دو۔ اس نے فقیر کے مکان کو کیا سمجھ رکھا ہے۔ خادم نے فوراً تعمیل ارشاد کی اور مجھے جھٹ خانقاہ سے پکڑ کر

نکال باہر کیا۔ میں نے اپنے نفس کے ساتھ صلاح کی کہ یہاں سے تو تم نکلوا دیئے گئے ہو۔ اب جہاں کہیں چلنا ہو چلو۔ میرے نفس نے چاروں طرف نگاہ کی تو خدائے تعالیٰ کی اس وسیع زمین میں کوئی ٹھکانہ نظر نہ آیا۔ آخر یہی صلاح ٹھہری کہ کہاں کا جانا اور کہاں کا آنا۔ اس آستانہ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا۔ یہ ٹھان کر میں نے باہر دہلیز پر سر رکھ دیا اور رات بھر وہیں پڑا رہا۔ برف بھی رات بھر نہ تھمی۔ صبح تک مجھ پر برف کا ایک خاصا ڈھیر لگ گیا اور میں سردی سے بے ہوش ہو گیا۔ پچھلی رات جو حضرت اتفاقاً باہر تشریف فرما ہوئے اور آپ نے اپنا قدم مبارک دہلیز پر رکھا تو خدا کی شان آپ کا قدم مبارک میرے ہی سر پر آ گیا۔ حضرت نے درویش کو یاد فرمایا اور حکم دیا کہ چراغ لاکر دیکھو کہ دہلیز پر یہ کیا ہے۔ خادم چراغ لایا تو حضرت کی حق شناس نگاہیں میرے بیہوش چہرے پر پڑیں۔ اپنے دست خاص سے میرے سر کو اُٹھایا اور خادمیوں کی مدد سے مجھے اپنے حجرہ خاص میں لاکر لٹا دیا اور میرے جسم کو گرم کرنا شروع کیا۔ مجھے ہوش آئی تو میں حضرت کو اپنے پاس کھڑے دیکھ کر سخت نادم ہوا اور قدموں پر گر کر معافی کا خواستگار ہوا۔ حضرت امیر نے جو جو عنائتیں اور شفقتیں اس وقت مجھ پر مبذول فرمائیں وہ احاطہ تحریر و تقریر سے باہر ہیں۔ حضرت خواجہ محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ جو اس روایت کے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ واپنا یہ واقعہ مجلس خدام میں بیان فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ میں بھی جو صبح اُٹھتا ہوں تو پاؤں کے ساتھ اپنی باہر کی دہلیز کو ٹٹولتا ہوں کہ دیکھوں اس دہلیز پر بھی کسی ارادت مند کا سر تو نہیں۔ افسوس آج تک میری دہلیز پر کسی ارادت مند کا سر نہ پہنچا۔

حضرت ابوالعباس ابن مشروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مرید صادق وہ ہے۔ جس کو دنیا و مافیہا میں سے شیخ سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہ ہو۔ یعنی تمام اشیاء سے بڑھ کر شیخ اس کو محبوب ہو۔ کیوں کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ کہ کوئی شخص

مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میری ذات اس کے نزدیک اس کے مال اس کی اولاد اس کی جان یہاں کہ دنیا مافیہا سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے اور یہ حدیث شریف سلسلہ وراثت شیوخ کے بارے میں بھی ہے۔ لہٰذا وہ حکم سابق یعنی مرید صادق کے نزدیک شیخ کا تمام دنیا مافیہا سے زیادہ محبوب تر ہونا ثابت ہوگیا۔

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مرید صادق وہ ہے جو اپنے شیخ کے ساتھ کسی قسم کا اختلاف نہ کرے اور شیخ اگر کسی امر کو ظاہر نہ فرمائے تو مرید دریافت کرنے پر اصرار نہ کرے بلکہ مجلس شیوخ و علمائے طریقت میں مرید کو اس طرح اُدب کے ساتھ خاموش بیٹھنا چاہئے کہ دیکھنے والا خیال کرے کہ یہ شخص اہل مجلس کی گفتگو سے بالکل ناواقف ہے اور یہ طریقہ یعنی مجالس شیوخ میں باادب خاموش بیٹھے رہنا مرید کو اس وقت تک قائم رکھنا واجب ہے جب تک کہ وہ کاملین کے درجے تک نہ پہنچ جائے اور اپنے شیخ کی طرف سے اس کی مجالس شیوخ میں گفتگو کرنے کی اجازت نہ مل جائے۔ سچ ہے کسی مرید صادق نے کیا خواب کہا ہے:

چو درس عشق میخوانی کتاب نطق را طے کن

کہ ارباب محبت را زباندانی زیاں دارد!

یہی حضرت یعنی داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں۔ مرید صادق وہ ہے جو اپنے مولا حقیقی کے خوف و حیا کی وجہ سے ایک قدم بھی خواہش نفسانی کے پیچھے نہ چلے۔

سلطان العارفین برہان الکاملین امام العاشقین سیدنا حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مرید صادق وہ ہے جس سے عورت کی شہوت بالکل منقطع ہو جائے۔ یہاں تک کہ وہ مرید عورت اور دیوار میں بھی تمیز نہ کرسکے اور اسباب کی اسے مطلق پرواہ نہ ہو کہ اس کا استقبال کس دیوار نے کیا ہے یا عورت نے۔ یہی

جناب ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں۔ مرید صادق کی یہ علامت ہے کہ آداب شریعت میں سے کسی مستحب کو بھی حتی الامکان عمداً ترک نہ کرے۔ ہاں سہواً ادائے مستحب میں قصور ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔

حضرت یونس ابن حسین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ نوجوان لڑکوں کی محبت منہیات کی مباشرت اور عورتوں کے ساتھ دوامی موافقت یہ سب مرید کی بربادی کے اسباب ہیں۔ فرمایا جو مرید عزیمت چھوڑ کر رخصت کے درپے ہوتا ہے۔ وہ دعویٰ ارادت میں کاذب ہے۔

حضرت ابو حفص حداد رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ مرید کاذب کی یہ علامت ہے کہ سماع کو حد سے زیادہ دوست رکھے اور سماع سننے کے وقت وہ اس درخت کی مانند ہو جاوے جس کا سارا پھل پک چکا ہو اور ایک ہی بار حرکت دینے سے وہ سارے کا سارا پھل گر پڑے۔

حضرت حمدون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مرید صادق کی یہ علامت ہے جب وہ اپنے شیخ کے حضور میں جائے تو شیخ کا رعب و ہیبت اس پر ایسا غالب ہو کہ گویا وہ ایک جابر بادشاہ کے سامنے جاتا ہے اور جب تک حضور میں حاضر رہے۔ ہر دم لرزاں و ترساں رہے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مرید صادق وہ ہے۔ جو اِدھر اُدھر کی بیہودہ قیل وقال اور محبت دنیا کو ترک کر دے۔

حضرت ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مرید صادق وہ ہے جو حالت سماع و وجد میں طریق سنت کو نہ چھوڑے اور جس نے حالت سماع میں اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے وہ منافق ریاکار اور کاذب ہے۔

حضرت ابن صائغ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مرید صادق وہ ہے جو اپنے مولا حقیقی کے سوائے کسی شخص کے ساتھ مشغول نہ ہو۔ اگرچہ اسے بار بار خطاب بھی کیوں

نہ کیا جاوے۔

حضرت ابو علی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ جو مرید لہو ولعب سننے کی رخصت طلب کرے وہ کاذب ہے۔

حضرت سقفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مرید صادق کی یہ علامت ہے کہ جب کبھی بازار کی طرف نکلے تو اپنی آنکھوں کو بند رکھے یا اپنے چہرے پر چادر ڈال لے اور چلتے وقت اپنے قدموں کے سوائے دوسری طرف نظر نہ ڈالے۔

حضرت ابن خفیف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ مرید صادق وہ ہے جس کا نفس رخصتوں اور تاویلات رکیکہ کا پابند نہ ہو۔ بلکہ سنت اور عزیمت پر کاربند رہے۔

حضرت نصر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہے جو مرید ہر وقت عورتوں کے ساتھ مجالست اور صحبت رکھے۔ وہ کاذب ہے۔ اس لئے کہ جب شیوخ کاملین کا وجود باقی ہے تب تک امر ونہی حلت وحرمت کا سلسلہ بھی جاری رہے گا اور حلال کو اپنی جگہ اور حرام کو اپنی جگہ قائم رکھنے کا ہر ای کو حکم دیا گیا ہے۔

حضرت ابو علی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ مرید صادق کی یہ علامت ہے کہ جب کبھی اس کو اور اس کے شیخ کو کسی دعوت میں مدعو کیا جاوے تو مرید شیخ سے پہلے وہاں پہنچ کر بوجہ بے صبری کے کھانا کھاوے کیونکہ شیخ سے پہلے وہاں پہنچ کر کھانا کھانا خلاف آداب شیخ ہے۔

حضرت ابو علی وقائق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ جو مرید داخل ہونے سے پہلے جو لوگوں کے ساتھ صحبت رکھتا تھا۔ بعد داخل ہونے کے بھی انہی پہلے دوستوں کے پاس جا کر بیٹھے اور ویسے ہی صحبت رکھے جیسے کہ داخل ہونے سے پہلے رکھتا تھا تو وہ مرید ارادت میں کاذب ہے۔

فرمایا: جس مرید کو مجاہدے کی عادت نہیں اس کو طریقت سے مس نہیں۔

فرمایا: دونوں جہان کی سعادت حاصل کرنے کے واسطے دوام ذکر سے بڑھ کر کوئی رہنما نہیں۔ پس جس شخص کو دوام ذکر کی توفیق دی گئی ہے۔ اسے میدان ولایت کا علمبردار بنایا گیا۔

حضرت ابو عثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے جو مرید اس امر کی تمنا کرے کہ اس پر حضرت اولیاء اللہ کے احوال میں سے کوئی حال بغیر مجاہدہ کے منکشف ہو جاوے تو وہ غلطی پر ہے۔

سراج العاشقین سلطان العارفین سیدنا حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے مرید صادق وہ ہے جو حرص نفسانی کو چھوڑ کر تمام مخلوق کو مردہ خیال کرے اور ان پر جنازے کی چار تکبیریں پڑھ دے تا کہ اس کا دل مقصود حقیقی کے سوائے کسی دوسری شے کی طرف مائل نہ ہو۔

حضرت سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اے جوانو! عبادات میں خوب کوشش کرو قبل اس کے کہ تم میری طرح بوڑھے ہو جاؤ اور تمہارا نفس مجاہدہ سے جی چرانے لگے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے اوّل درجہ کے مرید ہیں فرماتے ہیں کہ ہم حضرت سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے مجاہدے عبادت وریاضت کو اس وقت بھی نہیں پہنچے۔ یعنی بڑھاپے کی حالت میں بھی وہ اس قدر عبادت کرتے ہیں کہ ہم باوجود جوان ہونے کے بھی اس قدر عبادت نہیں کر سکتے۔

حضرت سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مرید صادق کو یہ تین باتیں اپنے اُوپر لازم کر لینی چاہئیں۔ اوّل سخت بھوک کے وقت کھانا کھائے، دوم غلبہ خواب کے وقت سوئے، سوم بغیر ضرورت کے بات نہ کرے۔

حضرت ابن المجید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو مرید اپنے نفس کی بڑائی کرے اور دوسروں پر اس کو ترجیح دے۔ وہ شیطان ہے اور دعویٰ ارادت میں کاذب ہے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو مرید عام لوگوں کی عادتوں کی طرف میلان ظاہر کرے اور خواہشات نفسانیہ کی طرف جھک پڑے وہ جھوٹا ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ مرید صادق کی یہ علامت فرماتے ہیں کہ اس کا ایک سانس بھی رات اور دن میں یاد خدا کے بغیر نہ گزرے اور فرماتے ہیں۔ مرید صادق ہر حالت میں یاد خدا میں مشغول رہتا ہے۔ اگرچہ وہ اپنے دل میں اس ذکر کی حلاوت محسوس نہ کرے۔

حضرت ابن ابی الحواری رحمۃ اللہ علیہ مرید صادق کی یہ نشانی بتاتے ہیں کہ اگر اس کا شیخ اس کو گرم تنور میں داخل ہونے کا حکم دے تو بغیر چون و چرا اس میں داخل ہو جائے اور داخل ہو کر ہائے میں جل گیا تک زبان سے نہ نکالے۔ اگر یہ کلمہ اس زبان سے نکل گیا تو وہ کاذب ہے۔

حضرت ابوبکر دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مرید صادق وہ ہے جو تیس سال تک اپنے بائیں ہاتھ کے فرشتے کو تکلیف نہ دے۔ یعنی اس کے بائیں ہاتھ کا فرشتہ برابر تیس سال تک اس کا گناہ بھی نہ لکھے۔

حضرت ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ مرید کاذب کی یہ علامت فرماتے ہیں کہ وہ مرید اپنے رات کے جاگنے کو شیخ کی نیند سے افضل سمجھے اور مرید صادق کی یہ علامت بتلاتے ہیں کہ شیخ کی ریاکاری کو اپنے اخلاص سے بہتر تصور کرے۔

حضرت ابوتراب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ ارادت میں صادق ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے۔ پھر دن کھانے کے بغیر صبر نہیں کر سکتا تو سمجھ لو کہ وہ جھوٹا ہے۔

حضرت ابراہیم ابن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو مرید رخصتوں کو لازم

پکڑے گا وہ تباہ ہو جاوے گا۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مرید صادق کو یہ اعتقاد رکھنا چاہئے کہ اس کا شیخ اس کے قلب کا جاسوس ہے۔ اس کے دل میں داخل ہو کر اس کے تمام حالات سے واقف ہو جاتا ہے اور اس طرح دل سے ہو کر نکل جاتا ہے کہ خیال میں نہیں آتا۔

حضرت ابو دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مرید صادق کی یہ علامت ہے کہ جب بیٹھے تکیہ لگا کر نہ بیٹھے اور فرماتے ہیں کہ فقراء بادشاہ ہیں جو مرید ان کی صحبت بغیر اخلاص اور صادق کے کرتا ہے اس کو قتل کر دیتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ مرید صادق پر لازم ہے کہ اس بات کو ہر وقت مدنظر رکھے کہ اس کی بے ادبی کی وجہ سے اس کو شیخ کے دل میں اس طرف سے کسی قسم کی ناراضگی پیدا نہ ہو جاوے۔ کیونکہ مرید پر ضروری ہے کہ اس کا کوئی فعل بغیر رضاء شیخ کے وجود میں نہ آئے۔ ورنہ سخت اندیشہ ہے۔

حضرت ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو مرید اپنے شیخ پر اعتراض کرے وہ شخص دعوئ ارادت میں کاذب ہے اگرچہ وہ اعتراض مرید کے دل سے زبان تک نہ بھی پہنچے اور جملہ مشائخ کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ مرشد اور اُستاد کے عاق کی توبہ قبول نہیں۔ پس جو شخص ان کے ساتھ بیعت کر کے ان پر اعتراض کرتا ہے وہ بیعت سے خارج ہو جاتا ہے اور طریقہ سے نکل جاتا ہے اور سلسلہ مشائخ کے ساتھ اس کا کوئی تعلق باقی نہیں رہتا۔

حضرت ابو عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو مرید شیخ کے حکم پر کیوں کہے وہ کبھی کامیاب نہ ہوگا اور فرماتے ہیں جو مرید ارادت میں صادق ہونے کا دعویٰ کرے اور اس کے شیخ کے پاس بہت سا مال ہو جس کو وہ مساکین میں بانٹ دے اور اس مرید کو باوجود محتاج اور فاقہ کش ہونے کے کچھ نہ دے تو وہ مرید اگر مال نہ ملنے کی حالت سے زیادہ خوش ہو تو صادق ہے ورنہ کاذب اور خیانت کنندہ کیونکہ اس نے اس امر پر

بیعت کی تھی کہ شیخ کے ہر فعل پر خوش اور اس کے ہر حکم کے ماتحت رہے گا۔ اب جب مال نہ ملنے کی حالت میں یہ خوش نہیں ہوا تو اس نے عہد صحبت کو توڑ ڈالا۔ اس لئے اس کا شیخ اس کو مال نہ دینے پر تھا تو اس مرید کو دوبارہ توبہ کرنا لازم ہے۔ اس کے شیخ کو اختیار ہے اس کی توبہ قبول کرے یا نہ کرے۔

سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جس مرید کو اس کا شیخ نماز، روزہ، قرات قرآن درس وتدریس یا کوئی حرف سیکھنے کا حکم دے یا بعض باتوں سے منع کرے اور وہ مرید ان حکموں میں سے کسی حکم کے بجالانے یا ممنوعات میں کسی امر سے باز رہنے میں کدورت ظاہر کرے تو وہ مرید حضرت خداوند ذوالجلال اور حضرت شفیع المذنبین ﷺ کا نافرمانبردار ہے۔

حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن اپنے کسی روزے دار مرید کو فرمایا کہ آج ہمارے ساتھ مل کر کھانا کھالو اور روزہ افطار کردو۔ تمہیں ایک دن کے روزے کا پورا اجر مل جاوے گا۔ اس نے انکار کیا۔ آپ نے سال بھر کے روزوں کا ثواب کا وعدہ کیا۔ وہ پھر بھی نہ مانا۔ آخر آپ نے فرمایا اس کو چھوڑ دو یہ اللہ تعالیٰ کی رعائت اور عنایت سے دور جا پڑا ہے۔ چنانچہ اس مرید نے وہاں سے نکلتے ہی چوری کی اور اس کا ہاتھ اس جرم میں کاٹ دیا گیا۔

حضرت ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے جو مرید اپنے شیخ کے دعوے کی تصدیق نہ کرے بلکہ اس کو حقیر اور ذلیل خیال کرے تو وہ مرید شیخ کی تمام برکتوں سے محروم رہ جاتا ہے۔

راقم الحروف کے نزدیک مرید صادق کی یہ تعریف ہے کہ پیر کی رضا کو اپنی رضا پر مقدم رکھے۔ پیر کے فرمان کو فرض کے برابر سمجھ کر اس کے بجالانے میں سر مو فرق نہ کرے۔ اپنی جان و مال اولاد سے اس کے فرمان کو عزیز سمجھے۔ مستحب کو فرض سمجھ کر

اس کے ادا کرنے میں کوشش کرے۔ اس کے روبرو اگر اس کے شیخ کی اہانت کی جاوے تو اس کو قدر رنج پہنچے کہ اپنی جان تک دینے میں بھی دریغ نہ کرے اور اپنے پیرومرشد کو ساری دنیا کے مشائخ سے افضل سمجھے۔

بعض اشخاص جو مرید نہیں بلکہ مرید کے لفظ کو بدنام کرنے والے ہوتے ہیں۔ ان کو یہ بری عادت ہوتی ہے۔ کہ آج ایک شیخ کی صحبت میں ہیں تو کل دوسرے شیخ کی مجلس میں اور پرسوں تیسرے شیخ کے حضور ہیں۔ ایسے لوگ طریقت میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ان کو کسی خاص وجود سے ارادت حاصل نہیں ہوتی اور یہی وہ لوگ ہیں جن کو حضرات مشائخ کی اصطلاح میں بھوندو چیلا کہا گیا ہے۔ ان کا یہ ہرجائی پن ان کی استعدادوں کو برباد کر دیتا ہے اور وہ اس انڈے کی طرح ہو جاتے ہیں جو دو دن تو ایک مرغی کے نیچے رہے اور دو دن دوسری مرغی کے نیچے اور دو دن تیسری کے نیچے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اس بار بار کے ہیر پھیر میں اس انڈے میں بچہ پیدا ہونے کی حالت باقی نہیں رہتی اور اس گردش میں خواہ ہزار برس تک بھی چکر کھاتا پھرے۔ اس میں کبھی بچہ پیدا نہیں ہوتا۔ اس تحریر سے فقیر کی مراد یہ ہرگز نہیں ہے کہ مرید حضرات مشائخ کے حضور میں حاضر ہونا منع ہے بلکہ فقیر کا مطلب یہ ہے کہ جب تک ایک جگہ ارادت صحیح نہ ہو جائے۔ حضرات مشائخ کرام کی صحبت سے مرید فائدہ حاصل نہیں کر سکتا۔ حضرت مولانا غلام نبی صاحب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مرید نارسیدہ مثل طفل شیر خوار ہے کہ جب قبل از ختم ایام رضاعت اپنی والدہ سے علیحدہ ہوگا ناقص ابتر رہ جائے گا۔

مرید کو اپنے شیخ کے سوائے کسی دوسرے شیخ کے حلقے میں داخل ہونا یا اس کے ہاتھ پر دوبارہ بیعت کرنا جائز نہیں۔ ہاں البتہ اس صورت میں مجبوری جائز ہے کہ پہلا شیخ دنیا سے رحلت کر گیا ہو یا مرید اس پیر سے اتنے فاصلے پر جا پڑا ہو کہ شیخ کی زیارت

کی کوئی اُمید باقی نہ رہ جائے اور مرید بھی نو آموز ہو۔ ورنہ کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔ یاد رہے کہ مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں اپنے پیر کے ہی کسی خلیفہ یا اس کے پیر بھائی کے ساتھ تجدید بیعت کر لینا چاہئے اور بصورت مجبوری کسی دوسرے سلسلہ کے شیخ کے ساتھ بھی جائز ہے۔

حضرت خواجہ محمد موسیٰ دہبندی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کنز افوائد میں شرائط مرید حسب ذیل تحریر فرماتے ہیں۔

شرط اوّل یہ ہے کہ مرید کسی چیز کو شیخ سے پوشیدہ نہ رکھے اور جو کچھ اس کے دل پر گزرے خواہ وہ از قسم خیر ہو یا از قسم شر تمام شیخ کی خدمت میں عرض کر دے تاکہ شیخ اس مرید کے احوال باطنی سے آگاہ ہو کر اس کی حقیقت استعداد پر واقفیت حاصل کرلے اور اس امراض متعدی کا معالجہ اس کے مزاج کے موافق کرے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ مرید اپنے شیخ کی کسی بات پر اعتراض نہ کرے۔ ہر چند پیر کی وہ بات بظاہر اس مرید کی سمجھ میں نہ آوے۔ اگر نفس کسی طرح بھی اس بات پر اصرار کرنے سے باز نہ آوے تو مرید کو چاہئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ یاد کرے اور یقین رکھے کہ اس طریق درویشی میں مرید کیلئے کوئی چیز پیر پر اعتراض کرنے سے زیادہ نقصان رساں نہیں اور حضرات مشائخ نے فرمایا ہے کہ مرید کی ہر بیماری کا علاج کیا جاسکتا ہے مگر اعتراض وہ بد بلا مرض ہے جس کا کوئی علاج نہیں اس لئے کہ ہر ایک بیماری میں مرید معذور نہیں ٹھہرتا۔ یہی وجہ ہے کہ جو حجاب اعتراض سے پیدا ہوتے ہیں وہ کسی شے سے دور نہیں ہوسکتے۔ غرض اعتراض نہایت ہی نامبارک شے ہے جو مرید کے مجازی فیض سے سدھ ہو کر بیٹھ جاتا ہے اور فیض سے مرید کو محروم کر دیتا ہے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ طلب میں ثابت قدم رہے اور کسی طرح طلب سے ہمت

نہ ہارے خواہ سارا جہاں ننگی تلوار اس کے سر پر کھینچ کر بھی اس کو اس کام سے روکے۔

عاشق ثابت قدم آں کس بود کز کوئے دوست
رو نہ گرداند اگر شمشیر بارد بر سرش!

یعنی پختہ کار عاشق وہ شخص ہوتا ہے جس کے سر پر تلواروں کا مینہ بھی برس جاوے تو بھی دوست کے کوچے سے منہ نہ پھیرے۔ مرید پر واجب ہے کہ اپنے شیخ کے ساتھ یہاں تک ارادت صحیح کرے کہ اس کو ہر شے ہر شخص یہاں تک کہ اپنی جان سے بھی عزیز سمجھے جیسا کہ جناب رسالت مآب ﷺ نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص کامل ایمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان سے اور اس کے مال سے اور اس کے فرزند سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ مرید پیر کے ہر فعل کی اقتداء نہ کرے۔ جب تک شیخ اسے اس فعل کا حکم نہ دے۔ اس لئے کہ ممکن ہے کہ شیخ فعل اپنے مقام خاص کے مناسب حال کرتا ہو اور مرید بھی اندھا دھند وہ کام کر بیٹھے کہ اس کے مقام اور مشرب کے لحاظ سے زہر قاتل ہو جیسا کہ کسی بزرگ نے فرمایا۔

تو صاحب نفسی اے غافل میان خاک وخوں میخور
کہ صاحب دل اگر زہرے خورد آں انگبیں باشد

فی الحقیقت اس شعر میں اس خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ کے ایک دفعہ زہر ہلاہل کی دو شیشیاں پی لینے کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ تفصیل اس قصہ کی اس طرح ہے کہ شام کے ایک بادشاہ نے زہر کی دو شیشیاں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیں اور عرض کی کہ اس زہر میں اس قدر سمیت ہے کہ اس کا ایک قطرہ ہی دشمن کے ہلاک کے لئے کافی ہے۔ اس کو نہایت احتیاط سے رکھے گا۔ حضرت فاروق اعظم نے فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ کا اس نفس

سے بڑھ کر کوئی دشمن نہیں۔ یہ فرمایا اور دونوں شیشیاں پی لیں۔ لیکن خدا کی شان ہے کہ حضرت رضی اللہ عنہ کی ذات پاک پر زہر کا کوئی اثر نہ ہوا۔

شاعر کہتا ہے کہ اے شخص تو جو اپنی نفسانی خواہشوں کے جال میں پھنسا ہوا ہے اپنے انداز سے باہر پاؤں مت رکھو وہ صاحب دلوں کا کام ہے جو زہر پی جاویں تو زہر ان کے جسموں میں شہد کا کام دے۔

پانچویں شرط یہ ہے کہ مرید شیخ کے حکموں کے ظاہر الفاظ پر ثابت قدم رہے اور ان کی ہرگز تاویل نہ کرے تاکہ خدا تعالیٰ اس مرید کے صادق عقیدے کی برکت سے اس کو مدارج حقائق تک ترقی بخشے اور دقائق اور معانی کے سمجھنے کی قابلیت اسے عطا فرمائے۔

چھٹی شرط یہ ہے کہ شیخ نے مرید کو ذکر توجہ مراقبہ رابطہ وغیرہ جو کچھ ارشاد فرمایا ہو مرید اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے عمل کی طرف متوجہ نہ ہو۔ اگرچہ مشائخ نے اس دوسرے عمل کی بہت خوبیاں اپنی تصنیفات میں درج کی ہوں کیونکہ مرید کی بھلائی اس عمل میں ہے جس کا اس کے شیخ نے اپنے نور فراست سے اس کی استعداد کو ملاحظہ فرما کر اسے حکم دیا ہے اور شیخ کیف راست انوار الٰہی میں ایک نور ہے۔ جس کے ذریعے معلوم کی ہوئی باتیں کبھی غلط ثابت نہیں ہوتیں۔ جیسا کہ جناب رسالت مآب ﷺ نے فرمایا ہے۔ مومن کی فراست سے بچتے رہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھ لیتا ہے۔

اِتَّقُوْا مِنْ فَرَاسَةِ الْمُؤْمِنِ الْحَاضِرِ۔

ساتویں شرط یہ ہے کہ مرید اپنے آپ کو سب سے نالائق تر خیال کرے اور اپنا کسی شخص پر کوئی حق نہ ٹھہرائے اور نہ اپنے اوپر کسی کا کوئی ایسا حق ثابت کرے۔ جس کا ادا کرنا اس پر واجب ہو اور اعتقاد رکھے کہ کون و مکان میں اللہ تعالیٰ کے سوائے کوئی شے (از خود) موجود نہیں تاکہ اس عقیدے کی برکت سے وہ اس مقام پر پہنچ جاوے کہ محسوسات کا حجاب اس کی بصیرت کے آگے سے اُٹھ جائے اور حضرت خلیل علیہ

الصلوٰۃ والسلام کے مستانہ وار یہ کلمات اس کی زبان پر جاری ہو جائیں۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ○ (پ ۷، ع ۱۵)

یعنی میں نے اپنا منہ اس ذات عزاسمہ کی طرف یک رخہ ہو کر کرلیا ہے۔ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

حضرت اسماعیل اتا رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آپ جب کبھی کسی مرید کو تلقین کرتے تو اسے ارشاد فرماتے کہ آج سے ہم اور تم دونوں برادر طریقت ہو گئے۔ ہماری ایک نصیحت سن رکھو۔ اس دنیا کو ایک نیا گنبد سمجھ لو اور خدا تعالیٰ کا اس قدر ذکر کرو کہ غلبہ توحید میں حق ہی حق باقی رہ جاوے۔ اور تم درمیان سے اُٹھ جاؤ۔ خواجہ خواجگان خواجہ بلاگردان حضرت شہنشاہ نقشبند رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اسماعیل اتا کے اس قول سے عجیب توحید کی خوشبو آتی ہے۔

آٹھویں شرط یہ ہے کہ مرید اپنے شیخ کے احکام میں سے کسی حکم میں خیانت نہ کرے اور شیخ کے احترام میں انتہائی کوشش صرف کر دے۔ اور جس ذکر کا شیخ نے اسے حکم دیا ہو دل و جان سے کوشش کرے اسے انجام تک پہنچائے اور جس وقت ذکر کے سوائے شہوانی یا کوئی دوسرا خطرہ اس کے دل پر گزرے تو فوراً ذکر کی طرف رجوع کرے اور اپنے نفس کو ہدایت کرے کہ ایک وقت میں دو مخالف باتوں پر مشغول ہونا ممکن نہیں تا کہ غفلت طاری نہ ہو اور وہ مذموم خطرہ پھر دل میں نہ گزرے۔ اسی مشق کو جاری رکھے یہاں تک کہ ذکر کی بدولت غفلت کا ازالہ ہو جائے۔

نویں شرط یہ ہے کہ مرید کو دونوں جہاں میں کسی شے کی ہوس اور خواہش نہ ہو۔ جس وقت مرید کے دل میں کسی شے کی ہوس یا خواہش پیدا ہو گئی۔ اس وقت وہ مرید نہیں ہوگا بلکہ طالب ہوا ہوگا۔ حضرات مشائخ کرام فرماتے ہیں۔ مرید کو اپنے شیخ

کے قبضے میں اس طرح رہنا چاہئے جیسے میت غسل دینے والے کے قبضے میں ہوتی ہے کہ جس طرح وہ چاہتا اسے حرکت دیتا ہے۔ پس مرید پر یہ واجب ہے کہ جو کچھ شیخ اس کے حق میں بہتر فرماوے وہ بھی اسی کو بہتر سمجھے اور اپنے شیخ کے کلام کو کسی طرح رد نہ کرے۔ اگرچہ حق اسی کی جانب ہو اور شیخ کی خطا کو اپنے صواب سے بہتر سمجھے۔

دسویں شرط یہ ہے کہ جس شخص کو مرید پر فضیلت دے اگرچہ وہ شخص علم میں اس مرید سے کمتر بھی ہو تو اس کا تابعدار رہے اور اعتقاد رکھے کہ میرے شیخ کا انتخاب سب انتخابوں سے افضل ہے اور میرا شیخ کل مشائخ سے اکمل۔ اگر اپنے شیخ کی نسبت یہ اعتقاد نہ رکھے گا۔ تو اس کا دل خواہ مخواہ کسی زیادہ کامل شیخ کی تلاش میں رہے گا اور یہ تلاش اس میں کبھی نسبت ذوقیہ پیدا نہ ہونے دے گی۔

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ امیر قاسم قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ مولانا زین الدین ابوبکر تایبادی کی ملاقات کو گیا۔ ان کی مجلس میں ایک شخص بیٹھا تھا جو رسمی شیخوں میں سے کسی شیخ کا مرید تھا۔ حضرت مولانا نے اس طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تو اپنے شیخ کے ساتھ زیادہ محبت رکھتا ہے یا حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ۔ اس شخص نے کہا کہ اپنے شیخ کے ساتھ۔ حضرت مولانا نے غصہ سے فرمایا۔ کتے تو اپنے شیخ کو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر ترجیح دیتا ہے اور ایسے خفا ہوئے کہ غصہ سے بیٹھ نہ سکے۔ اُٹھ کر گھر تشریف لے گئے۔ میں اور وہ شخص دونوں حیران بیٹھے رہے۔ لحظ بھر کے بعد وہ شخص بھی اُٹھ کر چلا گیا اور میں اکیلا رہ گیا۔ لیکن سخت فکرمند ہوا۔ الٰہی یہ کیا ماجرا ہے۔ مولانا نے اس شخص کی نسبت ایسے سخت کلمات کیوں کہے۔ تھوڑی دیر کے بعد مولانا نے باہر تشریف لا کر پوچھا، شخص کہاں گیا۔ میں نے عرض کی وہ تو اسی وقت چل دیا تھا۔ حضرت مولانا نے فرمایا آؤ اس سے عذر خواہی کریں۔ حضرت مولانا اور میں دونوں اس شخص کی

تلاش میں نکلے۔ وہ رستے میں مل گیا اور کہنے لگا آپ نے کیوں تکلیف فرمائی۔ میں خود آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کو تھا۔ اس وقت آپ سخت غصے میں آ گئے۔ میں کوئی جواب نہ دے سکا۔ اب میں اپنے اس جواب کے معنی عرض کرتا ہوں۔ توجہ سے سنئے۔ پچاس برس سے میں حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مذہب پر ہوں اور مجھے اس پابندی مذہب نے ایک گناہ سے بھی نہ روکا۔ اب چندروز سے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ تو اس چندروزہ ملازمت نے میرے دل کو سب گناہوں کی طرف سے ٹھنڈا کر دیا اور میں نے اپنے دل میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی طرف میلان پاتا ہوں۔ اگر اس حالت میں میں نے اپنے شیخ کے ساتھ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی نسبت زیادہ محبت رکھنے میں ناجائز کام کیا ہے تو میں اپنے قول سے استغفار کرتا ہوں۔ حضرت مولانا نے کئی بار آنکھوں کو بوسہ دیا اور بہت سی عذر خواہی کے بعد فرمایا کہ بھائی تو حق پر ہے۔ میں تم سے معافی مانگتا ہوں۔

مرید کو چاہئے کہ فضول کلام وفضول نظر سے پرہیز کرے۔ کیونکہ یہ باتیں حضرات مشائخ طریقت کے نزدیک مکروہ ہے اور حضرت مولانا غلام نبی للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ طالب صادق وہ ہے کہ جس کو محبت مرشد اور اتباع خیرالبشر ﷺ غالب ہو۔

نیز فرمایا کہ قدر طالب میں شکست وعاجزی زیادہ ہوتی ہے۔ اسی قدر فیض اس پر زیادہ وارد ہوتا ہے۔

امام العارفین حضرت بابا داؤد خاکی رحمۃ اللہ علیہ جو خلیفہ اکبر حضرت مخدوم حمزہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔ اپنی کتاب شرح ورد المریدین میں فرماتے ہیں کہ آداب مرید میں یہ بات بھی داخل ہے کہ مرید ہر وقت اپنے دل کو شیخ کے دل کے مقابل رکھے اور شیخ کے دل سے فیض کا منتظر اور مدد کا خواہاں رہے۔ کیونکہ فتوحات غیبی

اوّل شیخ کے دل کے دریچہ سے مرید کے دل میں پہنچتے ہیں۔ جیسا کہ مشہور ہے "من القلوب الی القلوب روزنت" یعنی دلوں سے دلوں کی طرف راہ ہوتے ہیں۔ حقیقت اس کی یہ ہے کہ بے چارہ مرید پہلے بے شمار حجابوں میں گرفتار ہوتا ہے اور وہ اللہ سبحانہ کی طرف ہرگز توجہ نہیں کرتا۔ اس لئے کہ دو عالم شہادت میں داخل ہے۔ پیوند ارادت مضبوط ہونے پر مرید کی توجہ شیخ کے دل میں آسانی کے ساتھ پہنچ جاتی ہے اور شیخ کا دل چونکہ متوجہ حضرت الٰہی ہے اور ہر لحظہ غیب سے شیخ کو دل میں فیضان ربانی پہنچتا رہتا ہے۔ اس واسطے مرید جس قدر توجہ شیخ کے دل کی طرف کرے گا۔ اسی قدر فتوحات غیبی مرشد کے دل سے مرید میں پہنچتے رہیں گے۔ اسی طرح مرید کا دل شیخ کے واسطہ سے فیضان جاتا ہے کہ بغیر واسطہ کسی کے فیض ربانی اسے پہنچنے لگتا ہے اور حضرت ممدوح الشان اس امر پر اس قدر زور دیتے ہیں کہ ایک جگہ فرماتے ہیں۔ یہ شرط جملہ شرائط مرید سے زیادہ مشکل ہے اور جس قدر زیادہ مشکل ہے۔ اس قدر زیادہ فائدہ مند بھی ہے۔ اگر اس شرط میں نقصان واقع ہو جائے۔ راہ کمال بالکل ایسی بند ہو جاتی ہے کہ کوئی عبادت اس کو نہیں کھول سکتی اور اگر اس شرط میں نقصان واقع ہو تو باقی شرطوں میں جو نقصان واقع ہو جائے شیخ کے دل کی حمایت کی برکت سے اس نقصان کی تلافی ہو سکتی ہے۔ اگر خدانخواستہ مرید کی ارادت فاسد ہو جائے۔ یا رابطہ قلب میں نقص واقع ہو جائے تو کل جنوں اور انسانوں کے اعمال سے اس کی اصلاح نہیں ہو سکتی ہے۔ کیونکہ حضرات مشائخ کرام کا مسلمہ ہے کہ شیخ کی ولایت مرید کا قلعہ ہے اور مرید کی ارادت اس کی دیواریں ہیں۔ اگر مرید کی ارادت میں نقصان واقع ہو جائے تو قلعہ کی دیواریں گر جاتی ہیں اور شیاطین کا لشکر حملہ کر دیتا ہے۔ حضرت ممدوح الشان مرید صادق کی آٹھ شرائط بیان فرماتے ہیں۔

وحدت وذکر وضو نفی خواطر ربط قلب
صمت وتقلیل ورضا کاندر سلوک انصر شد

یعنی وحدت تنہائی دوام ہمیشہ باوضو رہے۔ نفی خواطر ربط قلب با شیخ، خاموشی تقلیل یعنی کم کھانا، کم سونا، کم بولنا، خدا کی رضا پر راضی ہونا۔

اب اس مضمون کو فقیر ختم کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ مجھ کو اور باقی سب یاران طریقت کو مرید صادق بننے کی توفیق عطا فرماوے۔ آمین ثم آمین

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

(پ ا، ع ۱۵)

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یاران طریقت یا پیر بھائی

قال اللہ تعالیٰ ''اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ'' (پ۲۶، ع۱۳)

''تمام ایماندار آپس میں بھائی ہیں۔''

تمام دنیا میں سب سے زیادہ خوش نصیب وہ مومن لوگ ہیں جو اس مبارک نام سے پکارے جاتے ہیں اور درحقیقت مبارک زندگی بھی انہی لوگوں کی ہے جو اس خطاب سے موسوم ہو چکے ہیں۔ یعنی جن مومنوں کو آپس میں یاران طریقت یا پیر بھائی بننے کا اور رشتہ روحانی و محبت و یک جہتی ایک دوسرے کے ساتھ قائم کرنے کا فخر حاصل ہے۔

یہ وہ رشتہ الفت ہے جو بلا تمیز رنگ و قوم و ملک کے سب مومنوں کو ایک رنگ حقیقی و اصلی میں رنگ دیتا ہے۔ خواہ وہ ہندی ہوں یا سندھی، ترکی ہوں یا تاتاری، چینی ہوں یا بخاری، عربی ہوں یا قندھاری، افغانی ہوں یا ایرانی اور خواہ پہلے وہ ہابی ہوں یا نیچری، بے دین یا لامذہب، ہندو ہوں یا عیسائی، آریہ ہوں یا دہریہ، الغرض اس رنگ کے چڑھنے پر وہ سب آپس میں شیر و شکر ہو کر اس طرح راحت و آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ کہ ان میں سے غیریت بالکل اُٹھ جاتی ہے۔ بلکہ حقیقی بھائیوں سے بڑھ کر ایک دوسرے کو عزیز جاننے لگتے ہیں۔

یہاں پر مجھے ایک بات یاد آئی ہے۔ ایک دن علی پور سیداں میں جو فقیر کا مولد و مسکن ہے میرے دلی مخلص و محبّ و اخی فی الدین قاضی حسن الدین صاحب جو آج کل لداخ متصل تبت میں نائب تحصیلدار ہیں شیخ فضل دین و شیخ دین محمد کو ایک

برتن میں کھانا کھاتے ہوئے دیکھ کر بہت متعجب ہو کر یہ کہنے لگے کہ سبحان اللہ والحمدہ کیسی مولا کی شان ہے اور یہ صرف صوفیائے کرام کی صحبت کی تاثیر ہے کہ ایسے وہ شخص جو ایک دوسرے سے سخت متنفر بلکہ ایک دوسرے کے سایہ سے پرہیز کرنے والے تھے وہ دو قالب یک جان ہو کر اپنے مادرزاد بھائیوں سے بھی بڑھ کر عزیز بن رہے ہیں اور ایک دوسرے پر اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہیں۔ وجہ یہ تھی کہ شیخ دین محمد تو پہلے ہندو قوم برہمن کا پنڈت تھا اور شیخ فضل دین پہلے خاکروب یعنی چوہڑا تھا۔

درحقیقت دیکھا جائے تو یہ اسلام کی بڑی خوبی ہے کہ دو کو ایک کر دیتا ہے اور عشق حقیقی کی چاٹ لگا کر سب اختلاف کو مٹا دیتا ہے اور ان کا حال ڈنکے کی چوٹ سے اشتہار کر دیتا ہے۔ کہ قال اللہ تعالیٰ "انما المومنون اخوہ" یہ سب ایمان اور عشق کا ظہور ہے کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے۔

بسیار دیدہ ام کہ یکے را دو کرد تیغ!
شمشیر حق بیں کہ دو کس را یکے کند

یہ ایک حال ہے جو صوفیوں کی صحبت اور خدمت کی برکت سے عطا ہوتا ہے۔
اس صحبت کیمیا خاصیت کا وہ رتبہ اور اثر ہے کہ محال کو بھی ممکن کر دیتا ہے۔ یہ تو کہتے ہیں کہ "لعادۃ لا یرد الا بالموت"

جبل گردد وجبلت نہ گردد

مطلب یہ ہے کہ پہاڑ بدل جائے تو بدل جائے مگر طبیعت نہیں بدلتی۔
مگر ؎

آہن کہ بپارس آشنا شد
فی الحال بصورت طلا شد
خورشید نظر چو کرد بر سنگ
تحقیق کہ لعل بے بہا شد

اسی طرح انسان ناقص جو مثل آہن ہے۔ انسان کامل کی صحبت سے کندن بن جاتا ہے۔ سارا کھوٹ اس کا نکل جاتا ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ خورشید ولایت محمدی ﷺ صوفی کامل عاشق اللہ کی نظر میں یہ اثر ہے کہ نفس امارہ کے سنگین قلعہ پر اگر وہ پڑ جاتی ہے تو اس کو لعل بے بہا بنا دیتی ہے۔ ہر چند کہ چشم ظاہر میں اور ناقص حال میں محال معلوم ہوتا ہے کہ کوئی آہن سا سیاہ باطن کندن بن جائے یا کوئی پتھر کا دل لعل بے بہا بن جائے مگر اس حال کا ممکن ہونا یا جبلت اور عادت کا بدلنا اگر ہو سکتا ہے تو صرف ایک صوفیائے کرام کی صحبت کی برکت سے ہی ہو سکتا ہے۔ جس کے صدہا مشاہدے ہم ہر روز اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ صدہا فاسق اور فاجر ہزار ہا ڈاکو اور راہزن اور بے دین اپنی بدعادتوں کو چھوڑ کر ایک صوفی کی صحبت سے پکے عابد و زاہد و متقی پرہیزگار بن جاتے ہیں۔

ع۔ دہر آ تجھ کو دکھا دوں میں گلستاں ان کا

ہاں اگر روز روشن میں کوئی شخص اپنی آنکھیں بند کر کے سورج کی روشنی سے انکار کرے تو اس کی ہٹ دھرمی کا کیا علاج۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم!
چشمہ آفتاب را چہ گناہ

بعض لوگ اپنی خرابی حال سے یہ کہتے ہیں کہ اس زمانے میں ایسے صاحب تاثیر کہاں ہیں۔ اگر ہیں تو ہم کو دکھا دو۔ یہ ان کا کہنا محض غلط خیال اور خرابی حال کا اثر ہے اگر ان کی آنکھیں ہوں اور استعداد ان کے دیکھنے کی ہو تو یہ صاحبانِ تاثیر ان کو جا بجا نظر آ دیں مگر ان کی عقیدت نہیں استعداد نہیں پھر کیا نظر آ دیں۔ صوفیائے کرام کا زمانہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور روز بروز ترقی کرتا رہا اور حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں تو اس گروہ نے یہاں تک ترقی کی کہ یہ لوگ تارک الدنیا ہو کر پہاڑوں اور جنگلوں میں جا کر رہتے اور مجردانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ جناب رسول مقبول ﷺ نے

تشریف لا کر بلند آواز سے فرمایا کہ "لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ" اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔"

اس مجردانہ زندگی کو چھوڑ کر عیالداری و معاشرت کا حکم فرمایا۔ اس سے صوفیت اور صفائے باطن کی تکمیل ہوئی۔ جس نے رسول اللہ ﷺ کی پوری متابعت کی۔ اس میں عشق الٰہی ظاہر ہوا۔ اس کی بجلی نے تمام دل اور باطن کو منور کر دیا اور صوفی لقب پایا۔

یہ گروہ صوفیائے کرام قیامت تک قائم رہے گا۔ انہی کی برکت سے زمین و آسمان کا قیام ہے کیونکہ یہی لوگ زمین کی میخیں ہیں۔ جن سے زمین ٹھہری ہوئی ہے اور یہی لوگ آسمان کے ستون ہیں جن کی برکت سے آسمان قائم ہے۔ جس دن زمین پر یہ لوگ نہ ہوں گے۔ اس دن نہ یہ زمین ہوگی نہ آسمان۔ دیکھو حدیث شریف "وَبِهِمْ يُرْزَقُوْنَ وَبِهِمْ يُمْطَرُوْنَ" یعنی آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ انہی پاک وجودوں کی برکت سے تم زندگی بسر کرتے ہو۔ انہی کے وسیلے تم پر بارشیں ہوتی رہتی ہیں۔ انہی کے طفیل سے تم کو رزق دیا جاتا ہے۔ دیکھو قرآن شریف کا نواں پارہ کا اخیر "وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ" (پ۹، ع۱۸) یعنی ہم ان کو عذاب نہیں دیں گے۔ جب تک آپ ان میں تشریف رکھیں گے۔" کافر بھی اگر بچے ہوئے ہیں تو انہی پاک وجودوں کے طفیل ہے۔

ایک دن لاہور میں ایک شخص نے کسی بزرگ سے پوچھا کہ "الزنا یخرج البناء" یعنی جس جگہ زنا ہوتا ہے وہ جگہ نیست و نابود ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ لاہور کے انارکلی لنڈا بازار میں باوجود اس قدر زنا ہونے کے لاہور کئی میلوں تک بڑھ رہا ہے۔ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ اس بزرگ نے فرمایا کہ تم رات کو میرے پاس سونا پھر اس کا جواب دیں گے۔ جب آدھی رات گزری تو اس بزرگ نے اُٹھ کر وضو کر کے تہجد کی نماز ادا کی۔ پھر سائل کو فرمایا اُٹھ تو بھی نماز پڑھ۔

جب وہ نماز پڑھ چکا تو فرمایا دیکھ! جب اس نے نگاہ کی تو دیکھا کہ کئی ہزار آدمی تہجد میں کھڑے تھے۔ اس وقت انہوں نے فرمایا اگر پہلی رات اس قدر زنا ہوتا ہے تو پچھلی رات ہزاروں آدمی تہجد بھی پڑھ رہے ہیں۔ لاہور جب دن بدن ترقی کرتا جاتا ہے تو انہی پاک نفوس کی برکت سے ہے جو اس وقت گرم بستروں کو چھوڑ کر اپنے مولا کی یاد میں کھڑے ہیں اگر یہ لوگ نہ ہوتے اور صرف پہلی رات والے ہی ہوتے تو اب تک لاہور کی بیخ و بنیاد اکھڑ گئی ہوتی۔

اور دوسری صحیح مسلم کی حدیث شریف میں وارد ہے کہ قیامت قائم نہیں ہوگی۔ جب تک کہ ایک شخص بھی اللہ اللہ کہنے والا (یعنی صوفی) دنیا میں موجود ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ صوفی ہمارے حال پر خود بخود نظر عنایت کیوں نہیں کرتے اور ہمارے پاس آکر کیوں نہیں کہتے کہ آؤ تمہیں سیدھا راستہ یا راہ حق دکھائیں۔ جواب اس کا یہ ہے کہ وہ تو دنیا میں اس لئے پیدا کئے گئے ہیں کہ لوگوں کو راہِ راست دکھلا دیں اور برے کاموں سے ہٹا کر لوگوں کو نیک کاموں کی ہدایت کریں۔ مگر کن کو دکھادیں، ان کو جو ان کی خدمت میں طالب صادق بن کر ارادت صادق لے کر آئیں۔ آپ اتنا تو خیال فرمائیں کہ بیمار ڈاکٹر یا طبیب کے گھر جاتا ہے یا ڈاکٹر بیمار کے پاس آتا ہے۔ دنیا میں تو قدیم سے یہ قاعدہ چلا آیا ہے کہ بیمار ڈاکٹر یا حکیم کے پاس جاتا ہے اور علاج کی درخواست کرتا ہے۔

اگر کوئی ڈاکٹر یا حکیم گلی کوچے میں یہ آواز دیتا پھرے کہ آؤ میں حکیم اور طبیب ہوں تو ایسے حکیم کو ہر شخص دیوانہ یا پاگل تصور کرے گا اور کہے گا کہ اگر یہ ڈاکٹر یا حکیم ہے تو بیمار خود اس کے پاس چلے آویں گے۔ اس کو پکارتے پھرنے کی کیا ضرورت ہے اور درحقیقت بات بھی یہی ہے کہ بیمار جب تک علاج کی خود درخواست نہ کرے ڈاکٹر کے خود بخود علاج کرنے سے فائدہ بھی نہیں ہوتا۔ دیکھو اس کے متعلق صوفیوں کے

سرتاج حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ نے کیسا عمدہ اور پر معنی فیصلہ فرمایا ہے۔

آب کم جو تشنگی آور بدست!

تا بیارد آبت از بالا و پست!

یعنی پانی کی تلاش مت کر اور پیاس حاصل کر۔ اگر تمہیں پیاس ہوگی تو نیچے (یعنی زمین سے) اُوپر (یعنی آسمان سے) پانی تمہیں مل جائے گا اور جب ایک شخص کو پیاس ہی نہیں تو تم شربت میں برف ڈال کر بھی جبراً اس کے منہ میں ڈالو تو وہ باہر پھینک دے گا کیونکہ اس کو پیاس ہی نہیں اور سخت پیاس کے وقت اگر کسی شخص کو گرم پانی بھی مل جاوے تو اس کو آب حیات سمجھ کر پی لیتا ہے حقیقت یہ ہے کہ ایسے اعتراض کرنے والوں کو پیاس ہی نہیں۔ ورنہ پانی بہت ہے یعنی صوفی تو بہت ہیں طالب ہی نہیں ہیں۔

ایک شخص نے کسی کو خط لکھا کہ کوئی پیر کامل ہو تو بتایئے۔ انہوں نے جواب میں لکھا کہ پیر کامل تو میں بہت بتادوں گا آپ کا کوئی طالب صادق ہو تو بتایئے۔

میرے قبلہ وکعبہ ہادی مولا حضرت پیرومرشد رحمۃ اللہ علیہ کے دادا صاحب حضرت خواجہ محمد فیض اللہ صاحب تیراہی قدس سرہ کوہاٹ میں حضرت خواجہ آدم بنوری مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت حاجی بہادر رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی مجددی کی مسجد میں حوض کے کنارے تشریف فرما تھے۔ پاس سے ایک شخص شہزادہ میاں نامی نے ٹھنڈی آہ بھر کر با آواز بلند کہا۔ آہ افسوس مرد کامل کوئی نظر نہیں آتا۔ تین مرتبہ یہی کلمہ کہا۔ چوتھی مرتبہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میاں کامل تو بہت ہیں طالب کوئی نہیں، شہزادہ میاں نے اپنے زخمی پاؤں کے اوپر سے کپڑا کھول کر عرض کی کہ حضرت طالب تو میں ہوں جو تیس سال سے کسی صوفی کامل کی تلاش میں جنگلوں اور پہاڑوں میں دن رات خاک چھان کر پتھروں کی ٹھوکروں سے اپنے پاؤں کو زخمی کر چکا ہوں۔ تب حضرت باباجی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی حالت زار پر رحم آیا اور حجرے میں لے جا کر اس کو

پچھلے گناہوں سے توبہ واستغفار پڑھا کر ذکر کی تلقین کی۔ پھر وہ شہزادہ میاں آپ کی صحبت کی برکت سے ایسے کامل ہوئے کہ ہزارہا مخلوق خدا ان کی صحبت سے فیضاب ہوئی۔

میرے حضرت قبلہ وکعبہ ہادی ومولیٰ روحی فداہ باباجی فقیر محمد صاحب قدس سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے اپنی بچپن کی عمر میں اس شہزادہ میاں کو دیکھا۔ ان کی یہ حالت تھی کہ وہ عشاء کی نماز پڑھ کر حبس دم کر کے مراقبہ میں بیٹھ جاتے اور تہجد کی نماز کے وقت دم چھوڑتے اس حبس دم کی وجہ سے ان کی پسلیوں میں سوراخ ہو گئے تھے۔ جب وہ سردی کے دنوں میں اپنا کرتہ اُتار کر دھوپ میں ڈالتے تھے تو ان کے وہ سوراخ دیکھ کر ان میں انگلیاں ڈال کر خوش طبعی کیا کرتے تھے۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ جن کی فضیلت اور لیاقت کی ساری دنیا کے فلاسفر شہادت دیتے ہیں۔ کیا خوب فرماتے ہیں۔

ع۔ تا ارادت نیاری چیزے نبری

یعنی جب تک تو ارادت صادقہ لے کر کسی صوفی کے پاس نہ جائے گا۔ کیونکہ مثلاً پانی کا دریا بہہ رہا ہے۔ اس میں سے ہر ایک شخص اپنے اپنے ظرف کے مطابق پانی لے جاتا ہے۔ پیاسا اپنی پیاس کے مطابق پانی پی لیتا ہے مگر ایک شخص کے پاس برتن ہے ہی نہیں وہ پانی کس چیز میں لے گا۔ ایک شخص گرم گرم پلاؤ تقسیم کر رہا تھا۔ برتن والے برتن لے گئے اور پلاؤ لے آئے۔ انہوں نے اس کھانے سے خود بھی پیٹ بھرا اور دوسروں کو بھی دیا۔ ایک شخص نے جس کے پاس برتن ہی نہیں تھا اس کے دیکھا دیکھی اپنے دونوں ہاتھ اس تقسیم کرنے والے کے آگے پھیلا دیئے۔ اس نے پلاؤ گرم گرم رکابی اسکے ہاتھ پر اُلٹ دی۔ گرمی سے اس کے ہاتھ جلے تو اس نے پلاؤ کو نیچے پھینک دیا۔ اب اس بیوقوف نے برتن نہ ہونے کے سبب دو نقصان کیئے۔ ایک تو کھانے کو ضائع کیا جو کسی دوسرے بھوکے آدمی کے کام آتا۔ دوسرے اپنا ہاتھ جلا کر

چلا آیا۔ ایسے بے وقوف آدمی جن کے پاس اپنا برتن نہ ہو اپنا بھی نقصان کرتے ہیں اور دوسروں کا بھی۔

یاد رہے کہ صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہ کا گروہ تا دورِ قیامت قائم رہے گا اور ان کے فیض سے ہمیشہ مخلوق خدا مستفیض ہوتی رہے گی۔ باقی رہی یہ بات کہ صوفی میں کن کن اوصاف و علامات کا ہونا ضروری ہے اور ان کی کیا شناخت ہے فقیر کسی دوسرے مضمون میں لکھے گا۔ یہ تو میں کہاں کا کہاں جا نکلا۔ اب میں اپنے مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

یارانِ طریقت یا پیر بھائی کن کو کہا جاتا ہے؟ ان دو شخصوں کو کہا جاتا ہے کہ جو ایک پیر کے ملنے والے اور ہم صحبت ہوں۔ ان کو صوفیائے کرام کی اصطلاح میں یارانِ طریقت یا پیر بھائی کہتے ہیں اور مبارک خطاب اور پیارا نام یعنی یارانِ طریقت یا پیر بھائی ہر ایک مومن حاصل کر سکتا ہے۔ خواہ وہ کسی قوم کسی ملک کا ہو۔ پیر کی خدمت میں جانے اور پیر کا ہاتھ پکڑنے اس کے ساتھ نسبت قائم کرنے سے اس شخص کو جو پہلے بالکل اجنبی اور نا آشنا تھا اپنے پیر اور پیر بھائیوں کے ساتھ اس قدر محبت حقیقی اور رشتہ الفت اصلی قائم ہو جاتا ہے۔ کہ اس کو اپنے مادر زاد بھائیوں کے ساتھ اس قدر محبت حقیقی نہیں ہوتی۔ وہ اپنے سب پرانے خیالات اور عادتیں جو اس کا ملکہ راسخہ ہو چکی ہوتی ہیں سب کو یکبارگی چھوڑ کر محبت پیر سے اپنے پیر کے رنگ میں ایسا رنگا جاتا ہے کہ گویا اس کی کایا پلٹ گئی اور جس کسی نے اس کو پیر و مرشد کے ملنے سے پہلے دیکھا ہو اس کی اس وقت کایا پلٹی ہوئی دیکھ کر اس کے پہچاننے سے ششدر و حیران رہ جاتا ہے اور زبانِ حال سے یہ کہہ اٹھتا ہے۔

ع۔ کہ کل کون تھا آج کیا ہو گیا یہ

رباعی

آدمی را بچشم حال نگر!
وز خیالات وی پری بگزر
خون بود است نافہ تاتار
سنگ بودہ است ابتدائے گہر

ہر شخص کو اگر پیر کی صحبت میسر رہے تو اس کی روحانی حالت دن بدن ترقی کرتی جاتی ہے خواہ اس کو خبر ہو یا نہ ہو۔

سوال: مجھے یہ تو بتایئے کہ پیر کے پاس جانے سے کیا فائدہ؟

جواب: اس کے بہت فائدے ہیں۔

(۱) فائدہ اوّل: پیر کی خدمت میں حاضر ہو کر توبہ کرنے سے پچھلے سارے گناہ بخشے جاتے ہیں۔

(۲) فائدہ دوم: جتنے گناہ نامہ اعمال میں ہوتے ہیں وہ مٹ کر اتنی ہی نیکیاں اس اعمال نامے میں لکھی جاتی ہیں۔ مثلاً ایک شخص کے ایک لاکھ گناہ تو پیر کی خدمت میں حاضر ہونے سے وہ لاکھ گناہ بخشے گئے اور ایک لاکھ نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھی گئیں۔ دیکھو قرآن شریف انیسویں پارہ پہلے پاؤ کا تیسرا رکوع ''فاولئک یبدل اللہ سیاٰتھم حسنات'' خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص توبہ کرتا ہے۔ ہم اس کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیتے ہیں۔

(۳) تیسرا فائدہ: تائب نے اپنی توبہ کا ایک نیک کام آدمی کو گواہ بنالیا۔ جو کل قیامت کے دن اس کی توبہ کا گواہ ہوگا۔

(۴) چوتھا فائدہ: یہ ہے کہ ایک نئی روحانی زندگی اس کو نصیب ہو جاتی ہے۔

چنانچہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے عمر کی بابت سوال کیسا حضرت آپ کی عمر کتنے سال ہے؟ آپ نے فرمایا دو سال۔ سائل نے عرض کی کہ آپ تو بوڑھے اور ضعیف العمر ہیں۔ مسلمانوں کے امام ہو کر جھوٹ بولتے ہیں فرمایا جھوٹ نہیں بولتا، دو برس ہوئے جب میں نے اپنے پیرو مرشد کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ درحقیقت یہی دو برس میری عمر ہے۔ پہلے ۶۸ برس عمر کے ضائع ہوئے۔ اس وقت امام صاحب کی ۷۰ برس کی عمر تھی۔

پیر کے پاس جا کر مرید کی جو حالت ہوتی ہے اس کی درست مثال یہ ہے کہ جیسے ایک درخت کو دوسرے درخت کے ساتھ پیوند لگ جاتا ہے تو پیوندی درخت کو پہلے اگر چھوٹا پھل لگتا تھا تو اب پیوند لگنے سے اس کو بڑا پھل لگنا شروع ہوتا ہے یا پہلے وہ کھٹے کا درخت تھا تو پیوند کے بعد اس کو سنگترے اور مالٹے لگنے شروع ہو جاتے ہیں۔ گو درخت جڑ سے وہی تھا تو پیوند کے بعد اس کا پھل بدل جاتا ہے۔ اسی طرح جسم انسانی پیر کی خدمت میں تو وہی رہتا ہے۔ مگر مرید کی روحانی حالت تبدیل ہو جاتی ہے۔ یعنی اگر مرید پہلے تند خو تھا تو وہ اب رحم دل، نیک خو، متحمل، بردبار بن جاتا ہے اور اپنی پہلی عادتوں کو وہ چھوڑ دیتا ہے۔ اس کے نفس میں جو جو شیطانی صفات تھیں وہ سب رحمانی صفات کے ساتھ تبدیل ہو جاتی ہیں۔ اس کے دل سے حرص، طول امل، غصہ، جھوٹ، بغض، ریا، تکبر، فخر وغرور نکل جاتے ہیں اور ان کے بدلے صبر و شکر، قناعت، یقین، تفویض، توکل، تسلیم، تحمل، رضا، رجا وغیرہ نیک صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔

اس کو اس طرح سے سمجھ لو کہ گلاس میں پانی بھرا ہے۔ ہم اس کو نکال کر اس گلاس میں دودھ ڈالنا چاہتے ہیں تو اس کے دو قاعدے ہو سکتے ہیں۔ اوّل تو یہ کہ اس گلاس کو یکبارگی اُلٹ کر پانی نکال دیا جاوے اور پھر اس میں جیسے میرے پیرو مرشد سیدنا و مولانا حضرت خواجہ باقی اللہ صاحب نقشبندی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے

مہمانوں کو کھانا کھلانے پر خوش ہو کر ایک نانبائی کو فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے۔ نانبائی نے عرض کی حضرت مجھے اپنے جیسا بنا دو۔ آپ نے اس کو کمرے میں لے جا کر توجہ اتحادی القاء کی۔ باہر نکلے تو دونوں کی شکل وصورت ایک تھی۔ کوئی دیکھنے والا حضرت خواجہ صاحب ونانبائی میں تمیز نہ کر سکتا تھا کہ ان میں خواجہ صاحب کون ہیں اور نانبائی کون۔ دونوں میں صرف فرق اتنا تھا کہ حضرت خواجہ صاحب تو ہوش میں تھے اور نانبائی بے ہوش۔ آخر تین دن کے اسی بے ہوشی میں مر گیا۔

درحقیقت یہ کام ہر ایک صوفی کا نہیں۔ سوائے کاملین اور مکملین کے ہر ایک شخص ایسا نہیں کر سکتا جو خواجہ صاحب نے کیا۔ یعنی یکبارگی اس پانی کو اُلٹ کر اس میں دودھ بھر دیا۔ ہاں البتہ جو دوسرا قاعدہ ہے اس پر سب صوفی عمل کر سکتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ جس گلاس میں پانی پڑا ہوا ہو اس میں ایک ایک قطرہ دودھ کا ڈالتے جاویں تو جتنے قطرے دودھ کے پڑتے جاویں گے۔ اتنے ہی قطرے پانی کے نکلتے جاویں گے۔ آخرالامر ایک وقت ایسا آ جاوے گا کہ اس گلاس میں صرف دودھ ہی دودھ رہ جائے گا اور پانی کا نام بھی نہیں رہے گا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

لَنْ يَّلِجَ مَلَكُوْتُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا مَنْ وَّلِدَ مَرَّتَيْنِ

”کہ جب تک آدمی دو دفعہ پیدا نہ ہو تب تک اس کیلئے رحمت کے دروازے نہیں کھلتے۔“

لوگوں نے عرض کی کہ حضرت لوگ تو ایک دفعہ پیدا ہوتے ہیں۔ دو مرتبہ کون پیدا ہوتا ہے؟ فرمایا دوسری پیدائش اس دن ہوتی ہے جس دن انسان کسی پیرومرشد کے پاس جا کر اپنے گناہوں سے توبہ کر کے بیعت کرتا ہے اور درحقیقت روح کی پیدائش کا یہ پہلا دن ہوتا ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے اس کی روح نفس اور شیطان کے پنجہ میں گرفتار تھی۔ کسی پیر کے ہاتھ میں ہاتھ دینے سے اس کی روح شیطان کے

پنجہ سے خلاصی پا جاتی ہے۔

دیکھو حدیث شریف میں وارد ہے کہ انسان کے دل میں دو کوٹھڑیاں ہیں۔ ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف۔ دائیں طرف کی کوٹھڑی میں فرشتہ رہتا ہے اور بائیں میں شیطان رہتا ہے۔ (انتہی)

جب انسان پیر کے پاس جا کر ہاتھ پکڑ کر توبہ کرتا ہے تو اس کا دل شیطان کے پنجہ سے چھوٹ جاتا ہے اور اس کے بعد اگر تین صورتوں میں سے ایک صورت بھی قائم رہے تو شیطان اس کے دل پر قابو نہیں پا سکتا۔ ورنہ پھر اس پر پنجہ مار کر اپنا تسلط کر لیتا ہے۔

صورت اوّل: مرید کا خیال پیر کی طرف رہے۔

صورت دوئم: پیر کی توجہ مرید کی طرف رہے۔

صورت سوئم: وہ مرید اللہ کا ذکر کرتا رہے۔

ان تینوں صورتوں میں انسان پر شیطان کا قبضہ نہیں ہو سکتا اور اگر ان تینوں میں سے کوئی بھی نہ ہو تو شیطان اس کے دل پر قابو پا لیتا ہے۔ غرض کہ طالب حق کو کسی پاک روح کے ساتھ محبت اور تعلق ضرور پیدا کرنا چاہئے جو قیامت کے دن اس کے لئے نجات کا ذریعہ ہو۔

دیکھو حدیث شریف حضرت رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن سات شخصوں کو خدا تعالیٰ اپنے سایہ میں جگہ دے گا۔ ایک وہ ہو گا جس کی دوسرے مسلمان کے ساتھ محض اللہ واسطے محبت ہو گی۔ یعنی روحانی تعلق ہو گا۔ اس حدیث شریف سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ پیر اور مرید دونوں قیامت کے دن زیر سایہ عرش ہو کر نجات پاویں گے۔

ایک اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہے کہ ایک شخص جو سو آدمی کا قاتل تھا کسی نیک بندے کی زیارت کے لئے بغرض توبہ جا

رہا تھا راستہ میں مر گیا۔ رحمت اور عذاب کے فرشتے آئے حکم ہوا کہ یہ جس جگہ سے روانہ ہوا تھا۔ وہاں سے اس عالم کے مکان تک پیمائش کرو جس کے پاس یہ جانا چاہتا تھا۔ پیمائش کرنے پر معلوم ہوا کہ نصف مسافت سے ایک باشت بھر زمین زیادہ اس عالم کے مکان کی طرف طے کر چکا تھا۔ اللہ کی طرف سے حکم ہوا کہ ہم نے اس کو بخش دیا۔ ملائکہ کو کہا تم اس کی روح کو بہشت میں لے جاؤ۔ سبحان اللہ وبحمدہ صوفیائے کرام کے پاس حاضری تو درکناران کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کرنے والے بھی بخشے جایا کرتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونا۔

قرآن شریف ثابت کرتا ہے کہ مرید کا پیر کی خدمت میں جانا ضروری ہے۔ جس سے کسی اہل اسلام کو بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ سب سے ضروری امر یہ ہے کہ مرید اپنی عمر کا اکثر حصہ پیر کی خدمت میں گزارے اور حقیقت میں عمر بھی وہی ہے جو پیر کی خدمت میں بسر ہو۔ کسی ہندی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

ع۔ عمر سو جو گرواں نال گزرے

یعنی عمر وہی ہے جو پیر کی خدمت میں بسر ہوتی ہے۔ ایک بزرگ راولپنڈی کے علاقے میں فرمایا کرتے تھے۔

بَر درِ پیرے برو ہر صبح وشام
تا ترا حاصل شود مقصد تمام

اور فرمایا کرتے تھے۔ اوّل مناسب ہے کہ مرید ہر وقت اپنے پیر کی خدمت میں حاضر رہے اگر یہ نہیں ہو سکتا تو ایک دن میں ایک دفعہ پیر کی زیارت کر لے۔ مشاغل دنیوی کے باعث یہ بھی نہ ہو سکے تو کم از کم ہفتہ میں ایک بار یہ بھی نہ ہو سکے تو مہینہ بھر میں ایک مرتبہ، یہ بھی نہ ہو سکے تو چھ مہینے کے بعد ایک دفعہ یہ بھی نہ بن پڑے تو گیا گزرا سال میں تو ایک دفعہ ضرور اپنے پیرو مرشد کی زیارت سے بہرہ ور ہو۔ یہ بھی

نہیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ روحانی متعلقین میں اس کا اپنے آپ کو داخل سمجھنا صرف برائے نام ہے۔ اور کچھ نہیں کیونکہ جس قدر عبادتیں ہیں ان میں سے اکثر کا سال بھر میں ادا کرنا فرض ہے۔

اس طرح بندگان خدا کی زیارت بھی ایک عبادت ہے۔ جس کا بجالانا سال بھر میں کم از کم ایک دفعہ ضرور ہونا چاہئے اور یہ وہ عبادت ہے جس کے مقبول ہونے میں کچھ بھی شک وشبہ نہیں۔ رسول مقبول ﷺ اس کی بابت فرماتے ہیں۔ "اَلنَّظْرُ اِلٰی وَجْہِ الْعَالِمِ عِبَادَۃٌ" یعنی عالم کے چہرے کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔ اسی طرح جتنی مرتبہ ان کے چہرہ کی طرف دیکھے گا اتنی ہی اس کے نامہ اعمال میں نیکیاں لکھی جاویں گی۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ جو صوفیوں کے سرتاج ہیں فرماتے ہیں۔

دیدن دانا عبادت ایں بود!
فتح ابواب سعادت ایں بود

جب پیر کی زیارت بموجب حدیث شریف مذکرہ بالا عبادت ٹھہری تو انسان جتنی زیادہ عبادت کرے گا۔ اتنا ہی زیادہ ثواب کا مستحق ہوگا۔ دیکھو اس کی بابت اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ارشاد ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (پ ۱۱، ع ۴)

(ترجمہ) "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہمیشہ صادقین کے ساتھ رہا کرو۔"

اس آیت میں معیت سے اگر معیت جسمانی دائمی مراد لی جاوے تو حکم الٰہی کا بجالانا قریباً قریباً ناممکن ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ حوائج بشری سے آخر پیر بھی تو خالی نہیں۔ پاخانہ پیشاب کے وقت یا دیگر ایسے ضروریات کے وقت مرید کبھی پیر کے ساتھ نہیں رہ سکتا اور آیت کا حکم بجالانا ضرور ہے۔

اکثر مفسرین نے اس آیت کی جو تفسیر لکھی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ

معیت دو قسم کی ہے۔ جسمانی اور روحانی۔ اگر دونوں معیتیں کسی خوش نصیب کو میسر ہو جاویں تو سبحان اللہ! نور علیٰ نور ہے۔ ورنہ روحانی معیت تو مرید کو پیر کے ساتھ ضرور ہے اور یہی روحانی معیت تصوف کا اصل اُصول ہے کیونکہ تعلق دو قسم کے ہوتے ہیں۔ تعلق جسمانی اور تعلق روحانی۔ جسم چونکہ فانی شے ہے۔ اس لئے اس کا تعلق فانی ہے۔ یعنی جسم کے فنا ہوتے ہی جسمانی تعلقات بھی قطع ہو جاتے ہیں۔ باپ کا بیٹے کے ساتھ شوہر کا بیوی کے ساتھ، ماں کا بچے کے ساتھ یا بھائی کا بھائی کے ساتھ غرض یہ جتنے تعلقات ہیں ان کی انتہائی حد قبر کی چار دیواری سے اِدھر اُدھر ہے۔ دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد یہ سب تعلقات قطع ہو جاتے ہیں۔ قرآن شریف میں ان تعلقات جسمانی کی نسبت یوں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

"یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْہِ ○ وَاُمِّہٖ وَاَبِیْہِ وَصَاحِبَتِہٖ وَبَنِیْہِ" (سورۃ عبس)

یعنی قیامت کے دن بھائی بھائی سے بیٹا ماں سے باپ بیٹے سے عورت خاوند سے بھاگ جاویں گے اور کوئی اس دنیا کا تعلق وہاں کام نہیں آوے گا۔

اس کے مقابلہ میں روحانی تعلق کا حال سنئے کہ یہ تعلق قیامت کے دن ویسا ہی قائم رہے گا۔ جیسا کہ دنیا میں تھا بلکہ جسم کے فنا ہو جانے کے بعد یہ تعلق روحانی اور بھی مضبوط ہو جاتا ہے اور قرآن کریم اس پر گواہ ہے۔

"اَلْاَخِلَّاءُ یَوْمَئِذٍۢ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ" (پ۲۵، ع۱۲)

یعنی جتنے دنیا میں دوست ہیں سب قیامت کے دن دشمن ہو جاویں گے۔ مگر وہ جو نیکوکار ہیں وہ قیامت کے دن بھی دوست ہی رہیں گے۔ یعنی ان کا روحانی تعلق قیامت کے دن بھی نہیں ٹوٹے گا اور یہی تعلق ہے جس پر شفاعت باہمی کے مسئلے کی بنیاد ہے۔

حدیث شریف میں مضمون اس طرح بیان ہوا ہے کہ حشر کے دن ایک شخص کے نامۂ اعمال میں ایک نیکی کی کمی نکلے گی وہ عرض کرے گا الٰہی میں اپنے متعلقین میں سے کسی ایک کے پاس سے ایک نیکی مانگ لاتا ہوں چنانچہ سب سے پہلے وہ اپنی ماں کے پاس جاوے گا۔ پھر باپ کے پاس، پھر بھائی کے پاس، پھر عورت کے پاس، پھر بچہ کے پاس، علیٰ ہذا القیاس وہ رشتہ داروں کے پاس پھرے گا۔ لیکن سب کی طرف سے اس کو صاف جواب ملے گا۔ ماں کہے گی میں نے تجھے جنا ہی نہیں، باپ کہے گا۔ میں تجھے پہنچانتا نہیں، بیوی کہے گی میں نے تو دنیا میں شادی ہی نہیں کی تھی تو میرا خاوند کیسے ہو سکتا ہے۔ بچہ کہے گا میں نے دنیا میں تجھے دیکھا ہی نہیں۔ یہاں کیا نیکیاں دھری ہیں۔ چلے جاؤ ہمارے پاس کوئی نیکی نہیں۔ سارے جسمانی تعلق داروں کے پاس پھر پھرا کر اور نا اُمید ہو کر وہ صرف اللہ تعالیٰ کے رحم کے بھروسہ پر چلا جاوے گا۔ راستہ میں اسے ایک شخص جس کی اس سے اللہ واسطے محبت تھی مل جاوے گا۔ وہ دوست اس مایوس سے پوچھے گا۔ دوست خیر تو ہے۔ حیران کیوں ہو؟ یہ کہے گا میرے نامۂ اعمال میں ایک نیکی کم ہے۔ متعلقین جسمانی کے پاس گیا تھا ان سب نے صاف جواب دے دیا اور کسی نے ایک نیکی کم سے میری مدد نہیں کی۔ اب دیکھئے اس نیکی کی کمی مجھے جہنم میں پہنچاتی ہے یا کیا حال ہوتا ہے وہ دوست کہے گا گھبراؤ نہیں، میرے پاس صرف ایک ہی نیکی ہے اور تم جانتے ہو کہ ایک نیکی سے میری نجات کسی طرح ممکن نہیں ہو سکتی چلو وہ میں تمہیں دے دیتا ہوں چاہے میرا کچھ ہی حال ہو۔ تمہاری تو نجات ہو جائے۔ وہ مایوس شخص اس اپنے دوست سے نیکی حاصل کر کے خوش خوش بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو گا بارگاہ رب العزت سے سوال ہو گا یہ نیکی کہاں سے لائے ہو۔ وہ عرض کرے گا۔ الٰہی جسمانی تعلق دار جن کے لئے میں رات دن مرتا رہا نا کردنی نا کام کیے نا گفتنی الفاظ زبان سے نکالے ان سب نے تو جواب دے دیا تھا۔ بلکہ یہاں تک کہہ دیا تھا کہ ہم

تجھے پہچانتے تک نہیں راستہ میں خوش قسمتی سے ایک روحانی تعلق دار مل گیا۔ جس کے ساتھ میرا صرف پیر بھائی ہونے کا تعلق تھا۔ سوائے اس تعلق کے میں نے اس کی اور کوئی خدمت نہیں کی تھی اور نہ کوئی میرا احسان اس کی گردن پر تھا۔ یہ نیکی اس نے مجھے بغیر سوال کے دے دی ہے۔ ارشاد ہوگا کہ اس نے ہمارے لئے تم کو ایک نیکی بخش دی جو اس کی ساری بضاعت تھی ہم تم کو تو نیکیوں کے عوض بخشتے ہیں اور اسے تمہاری طفیل اپنے فضل سے بخش دیتے ہیں۔ جاؤ ہمیشہ کے لئے جنت میں آرام کرو۔

دیکھئے حدیث مذکورہ کس وضاحت سے ثابت کرتی ہے کہ جسمانی تعلقات میں اُلجھے ہوئے رہنا ہرگز مفید نہیں اور کس قدر تاکید فرماتی ہے کہ روحانی تعلق نجات کے لئے ازحد ضروری ہے۔ اس بڑی نعمت کو ہرگز ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہئے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ دنیا میں زیادہ تر تعلقات نیک لوگوں کے ساتھ اس لئے بڑھاتا ہوں تاکہ حشر کے دن خدا تعالیٰ ان میں سے کسی کو بخش دے تو وہ بخشا ہوا شخص میری شفاعت بارگاہِ الٰہی میں کر کے حق آشنائی ادا کرے گا۔ حقیقت اس مسئلہ کی یہ ہے کہ روحانی تعلق آج بنانے سے نہیں بنتا بلکہ روز ازل سے ہی ہے جب کہ روحیں پیدا کی گئی تھیں۔ مخبر صادق علیہ السلام نے اس کے متعلق یوں خبر دی ہے۔

"الارواح جنود مجندہ فما تعارف منھا ایتلف وماتنا کر منھا اختلف" (رواہ البخاری ومسلم) یعنی جب اللہ تعالیٰ نے سب روحیں پیدا کیں جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک دنیا میں آنے والی ہیں تو وہ روحیں چھوٹی چھوٹی چیونٹیوں کی طرح تھیں اور سب ہی ایک جگہ جمع تھیں وہاں بالکل اندھیرا تھا۔ خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کا نور چھڑکا روشنی ہوگئی اس روشنی میں ایک روح نے دوسری کو پہچان لیا۔ یعنی ان ارواح نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ جو دنیا میں ایک ہی زمانہ میں اور ایک ہی ملک میں پیدا ہونے والی تھیں۔ اگر ہم اپنے زمانہ پیدائش سے پہلے پیدا

ہونے والے بشر کی روح کو دیکھتے تو کیا فائدہ ہوتا۔ بلکہ انہی ارواح نے ایک دوسرے کو دیکھا جو ایک زمانہ اور ایک ہی ملک میں پیدا ہونے والی تھیں۔ اسے روزِ ازل سے یہ تعلق پیدا ہو گیا جو پیر کو مرید کے ساتھ یا مرید کو پیر کے ساتھ یا پیر بھائی کے ساتھ ہوتا ہے۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جناب رسول کریم ﷺ کے ساتھ ہمارا روحانی تعلق ہے یا نہیں؟ جس کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے ساتھ تو ہے لیکن یہ تعلق بالواسطہ ہے واسطہ کیا ہے، اپنے پیر کی روح جس طرح ہم سب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کہلاتے ہیں اور وہ ہمارے جسمانی باپ ہیں۔ ویسے حضرت رسول اللہ ﷺ بھی ہمارے روحانی باپ ہیں اور ہم سب ان کے ہی روحانی فرزند ہیں، مگر اپنے پیر کے واسطہ سے۔

یہ تو معلوم ہو چکا کہ روحانی نجات آخروی کے لئے اشد ضروری امر ہے اور یہ بھی معلوم ہو چکا کہ پاک لوگوں کی زیارت کرنا، پیر کی صحبت میں رہنا خداوند تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق ہے اور یہ کہ پیر کی صحبت میں انسان گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر کسی شخص کو موانعات کے باعث پیر کی صحبت بلاواسطہ نصیب نہ ہو سکے تو اس کو چاہئے کہ اپنے پیر بھائی کی زیارت کر لیا کرے اور اس زیارت کو پیر کی زیارت کا قائم مقام سمجھا کرے آپ نے سنا ہوگا جو حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی میں مجنوں کے عشق کی ایک حکایت لکھی ہے۔ فرماتے ہیں۔

مجنوں نے ایک کتے کے پاؤں چومے۔ لوگوں نے کہا میاں مجنوں! کتا تو پلید ہے تم نے یہ ناجائز کام کیوں کیا؟ مجنوں نے جو جواب دیا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ کہا کہ تم لوگ عشق و محبت کے رموز سے بے بہرہ ہو۔ اس لئے تم کیا جانو میں نے اس کے پاؤں کیوں چومے۔ یہ تو میں جانتا ہوں کہ کتا ایک پلید چیز ہے مگر تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ اس کتے کا اس کوچے میں گزر ہوا کرتا ہے کہ میرے محبوب لیلیٰ کا قیام گاہ ہے۔

پائے سگ بوسید مجنوں خلق گفتہ ایں چہ بود؟
گفت گاہے ایں سگے در کوئے لیلیٰ رفتہ بود

اسی طرح میرا پیر بھائی میاں امام الدین صاحب جو موضع چک تحصیل پسرور کا باشندہ ہے اُٹھ کر ہر روز اس گھوڑی کی قدم بوسی کیا کرتا ہے۔ جو میرے پیرومرشد قبلہ وکعبہ قدس سرہ العزیز نے اس کے پاس بھیجی ہوئی تھی اور بڑی محبت اور پیار سے کہا کرتا تھا کہ یہ گھوڑی ہے جو میرے قبلہ وکعبہ کے دربار شریف سے آئی ہوئی ہے۔

حضرت سید بڈھن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن کلانور ضلع گورداسپور جن کے دیکھنے والے اب تک موجود ہیں اور جو حضرت حاجی سید حسین علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی مجددی ساکن مکان شریف ضلع گورداسپور کے مرید تھے۔ اپنے پیر بھائی حضرت سید امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن مکان شریف کا اس قدر ادب کرتے تھے کہ اس زمانے میں کوئی مرید اپنے پیر کا ویسا ادب نہیں کرتا ہے حتی الامکان عمر بھر میں مکان شریف کی طرف پیٹھ نہیں کی اور نہ مکان شریف کی زمین میں پیشاب کیا، نہ اس میں کبھی جوتا پہنا اور نہ اس طرف کبھی منہ کر کے تھوکا۔

ایک دن مکان شریف سے ایک خاکروب یعنی چوہڑا کلانور میں جا نکلا۔ آپ نے اس کا یہاں تک ادب کیا کہ اس کو اپنی مسند پر جو تختِ شاہی سے بھی کہیں بڑھ کر تھی۔ بٹھانے کے لئے نہایت اصرار فرمایا۔ وہ بیٹھنے سے انکار کرتا رہا۔ بہت دیر کے اصرار کے بعد آپ نے فرمایا اگر مجھے خوش کرنا چاہتے ہو تو تمہیں اس مسند پر بیٹھنا پڑے گا۔ وہ ناچار بیٹھ گیا۔ جتنے گھنٹے وہ وہاں رہا۔ آپ دست بستہ اس کی خدمت کے واسطے کھڑے رہے اور اپنے ہاتھ سے اس کو کھانا کھلایا اور ایک پوشاک اور چند مبلغات دے کر اس کو رخصت کیا۔ اس کے ساتھ ایک کتا بھی تھا اسے مانگ کر رکھ لیا۔ جب تک آپ زندہ رہے ہمیشہ آپ کا معمول رہا کہ ہر روز صبح اُٹھ کر اس کتے کی

زیارت کیا کرتے اور نہایت محبت و پیار فرمایا کرتے کہ یہ مکان شریف سے آیا ہوا ہے۔ اس کے لئے عمدہ کھانا تیار ہوتا ہے۔ خود کبھی کھانا نہ کھاتے جب تک اس کو پہلے نہ کھلاتے۔

حضرت میاں عزیز الدین صاحب قدس سرہ ساکن جلالپور جٹاں ضلع گجرات حضرت باؤلی شریف والے قدس سرہ میرے حضرت پیرومرشد قدس سرہ کے ملنے والے تھے۔ میاں عزیز الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کبھی کسی بات سے ایسے خوش نہیں ہوتے تھے۔ جتنے کہ پیر بھائیوں کے ملنے اور دیکھنے سے ہوا کرتے تھے۔ جب اپنے ہاتھ سے اس کی خدمت کرتے اس کے پاؤں دباتے۔ دو دو میل اس کو رخصت کرنے کے لئے ساتھ تشریف لے جاتے اور شکرانہ کے نفل پڑھتے اور کہتے کہ الحمدللہ آج مجھ کو یار کی زیارت نصیب ہوئی اور اگر اتفاق سے کسی دن کوئی مسافر یار طریقت نہ آتا تو کوٹھے پر چڑھ کر دیکھتے اگر کوئی نظر نہ آتا تو رویا کرتے کہ الٰہی مجھ سے کون سا ایسا گناہ سرزد ہوا کہ جس کی شامت سے آج کسی یار طریقت کی زیارت نصیب نہ ہوئی۔

ایک دفعہ ان کے پیرومرشد حضرت خان عالم صاحب قدس سرہ نقشبندی مجددی ساکن باؤلی شریف، جلال پور جٹاں ضلع گجرات تشریف لائے، آپ نے مرنے کے وقت وصیت کی کہ میری قبر اس جگہ بنانا جس جگہ میرے پیرومرشد کے گھوڑے باندھے گئے تھے اور جس جگہ انہوں نے پیشاب اور لید کی تھی۔ آخر ان کی وصیت پر عمل کر کے اسی جگہ ان کی قبر بنائی گئی جو اب تک موجود ہے۔

حضرت سید میراں، بھیکھ صاحب چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ ساکن ٹھسکہ شریف کے حالات میں ان کے خلیفہ حضرت سید علیم اللہ صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب نزہتہ السالکین میں جو اب تک نہیں چھپی۔ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت میراں بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ صاحب اپنے پیرومرشد حضرت خواجہ ابوالمعالی قدس سرہ کے ہمراہ انبیٹھ سے سہارنپور میں تشریف لائے۔ حضرت خواجہ المعالی قدس سرہ کا

ایک صاحبزادہ محمد باقر نامی تھا۔ جن کے ساتھ آپ کو کمال درجہ کی محبت تھی۔ اس کو مع اس کی والدہ اور درویشوں کے انبیٹھ میں چھوڑ آئے تھے اور ایک دکاندار کے سپرد کر آئے تھے۔ کہ جس چیز کی ضرورت ہو ان کو دے دیا کرنا ہم آ کر تمہارا قرضہ ادا کر دیں گے۔ جب رات کو آپ نے کھانا کھایا تو فرمایا معلوم نہیں کہ محمد باقر نے کھانا کھایا ہے یا نہیں حضرت میراں بھیکھ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات سن کر جس شخص نے دعوت کی تھی اس کو کہہ دیا کہ دو تین آدمیوں کے واسطے کھانا رکھ لینا۔

حضرت میراں بھیکھ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذمہ وضو کرانے کی خدمت تھی۔ حضرت کو عشاء کا وضو کرایا، آپ نماز پڑھ کر سو گئے تو حضرت میراں بھیکھ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کھانا لے کر دوڑے اور انبیٹھ میں جا کر وہ کھانا پہنچا کر پھر دوڑتے ہوئے سہانپور اس وقت آن پہنچے کہ ابھی تہجد کی نماز کے واسطے حضرت نہیں اُٹھے تھے۔ آپ اُٹھے۔ حسب معمول آپ نے وضو کرایا۔ اسی طرح حضرت خواجہ ابوالمعالی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مہینہ تک سہارنپور میں قیام کیا اور آپ ہر روز اسی طرح انبیٹھ میں برابر کھانا پہنچاتے رہے۔

اب یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ انبیٹھ، سہانپور سے ۱۶ میل کے فاصلے پر ہے جس کی آمدورفت کی مسافت کے ۳۲ میل ہوتے ہیں۔ گویا آپ روزمرہ عشاء سے تہجد تک کا ۳۲ میل کا سفر پاپیادہ کرتے رہے اور اپنے پیرومرشد پر ہرگز اس بات کو ظاہر نہیں ہونے دیا۔ کیونکہ ان کا یہ کام محض خالصتاً وجہ اللہ تھا۔ ان کی یہ نیت تھی کہ میرے پیرومرشد کے صاحبزادے یعنی پیر بھائی کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔

جب ایک مہینہ کے بعد آپ انبیٹھ میں تشریف لائے تو دوکاندار کو بلایا اور کہا کہ گھر والوں نے جو کچھ برداشت کیا ہے اس کا حساب کرو۔ دوکاندار نے عرض کی کہ مجھ سے کوئی چیز نہیں لی گئی میں کیا حساب کروں۔ یہ بات سن کر آپ متعجب ہوئے۔

پھر اپنے فرزند محمد باقر کی طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے۔ برخوردار مجھ کو خدا تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے نعمت ہائے گوناگوں اور مختلف اقسام کے لذیذ کھانے دیتا رہا۔ معلوم نہیں تم نے یہ مہینہ کس تکلیف سے گزارا ہوگا۔ محمد باقر نے عرض کی کہ ہم کو بھی اللہ تعالیٰ نہایت لذیذ لذیذ کھانے دیتا رہا۔ آپ نے پوچھا کہ تم کہاں سے کھاتے رہے۔ عرض کی کہ وہی کھاتا رہا ہوں جو آپ بھیجتے رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں نے تو تمہارے واسطے کبھی کھانا نہیں بھیجا بچے نے کہا ہم کو تو ہر روز پہنچتا رہا ہے۔ اس کی یہ بات سن کر آپ بہت حیران ہوئے کہ یہ راز کیا ہے۔ اِدھر محمد باقر کا یہ کہنا کہ آپ بھیجتے رہے ہیں اور اُدھر حضرت پیر صاحب دل میں یہ خیال کر رہے تھے کہ الٰہی یہ کھانا کون لاتا رہا ہے۔ میرے ساتھ تو صرف ایک درویش میراں بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ تھا جو ہمیشہ عشاء اور تہجد کا وضو کراتا رہا ہے۔ بتیس میل کا فاصلہ روزمرہ طے کرنا انسانی طاقت سے بعید ہے۔ حضرت میراں بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ صاحب سامنے کھڑے تھے۔ پیر صاحب نے فرمایا کہ یہ کام ہو نہ ہو میراں بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ کا معلوم ہوتا ہے۔ دریائے رحمت جوش میں آیا۔ اسی وقت آپ نے اُٹھ کر ان کو گلے لگا کر نور علیٰ نور بنا دیا۔

اس حکایت کے کیا معنی؟ حضرت میراں بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے یہ خیال کیا کہ میری جان کو تکلیف ہو تو ہو مگر پیر و مرشد کے صاحبزادے یعنی پیر بھائی کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو تو مگر پیر و مرشد کے صاحبزادے یعنی پیر بھائی کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پاوے۔

<u>فائدہ</u>: یہ جو عام مشہور ہے کہ فلاں بزرگ نے فلاں شخص کو ایک دم میں بھرپور کر دیا یا کامل کر دیا۔ ایسا کام ہمیشہ نہیں ہو سکتا وہ اتفاقاً کسی ایسے رضا کے وقت میں کامل کسی پر خوش ہو کر جوش میں بحکم خدا کر گزرتے ہیں۔ جیسا حضرت ابوالمعالی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا یا حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب نقشبندی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس

نانبائی پر خوش ہو کر اس کو نور علیٰ نور بنا دیا یا جس طرح میرے حضرت پیرو مرشد جناب حافظ جمال اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ رامپوری نے میاں درگاہی شاہ صاحب کو خوش ہو کر نور علیٰ نور بنا دیا۔ وہ واقعہ اس طرح ہوا کہ حضرت خواجہ جمال اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ رامپور کے متصل دریا کے کنارے شکار کھیل رہے تھے۔ ہرن کے پیچھے صبح سے دوپہر تک گھوڑے کو دوڑاتے ہیں ہرن قابو میں نہیں آتا تھا۔ شاہ درگاہی شاہ تھے۔ دعا کی یا مولا! یہ ہرن ان کے ہاتھ نہ آئے۔ حضرت کو یہ بات کشف سے معلوم ہوگئی۔ ہرن قابو میں نہ آیا۔ فرمایا شاہ درگاہی اسی جگہ کھڑا رہ اور آپ گھوڑا دوڑاتے ہوئے ہرن کے پیچھے چلے گئے۔

بہت مدت گزر گئی شاہ درگاہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی پتہ نہ ملا۔ پورے چھ مہینے کے بعد آپ اسی جنگل میں ہرن کے پیچھے گھوڑا دوڑاتے ہوئے جا رہے تھے۔ دیکھا شاہ درگاہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی جگہ کھڑے ہیں۔ آپ گھوڑے سے اُترے فرمایا۔ شاہ درگاہی تو کب سے یہاں ہے؟ عرض کی جب سے آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ کھڑا رہ۔ اسی وقت سے کھڑا ہوں۔ آپ نے فرمایا اتنی مدت تک، عرض کی حضرت اتنی مدت کیا، اگر آپ تشریف نہ لاتے تو میں قیامت تک اسی جگہ کھڑا رہتا۔ آپ کا فرمان اور میں سرمو فرق کرتا۔ جب آپ نے فرمایا اسی جگہ کھڑا رہ تو کیسے ہل سکتا تھا۔

شاہ درگاہی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات سن کر حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اتنے خوش ہوئے کہ اس کو بغلگیر کر کے مالا مال کر دیا۔ پھر اسی جگہ شاہ درگاہی کی خدمت میں بڑے بڑے نواب دست بستہ کھڑے رہتے تھے۔ مگر اس میں یہ بات قابل دید ہے کہ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تو ان کو نور علیٰ نور بنایا مگر شاہ درگاہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ارادت واعتقاد کو بھی دیکھنا چاہیئے کہ انہوں نے پیرو مرشد کے فرمان کی تعمیل میں اپنی جان عزیز کھونے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ انسان کو چھ

ماہ تک نہ کھانا نہ پینا، گرمی، سردی، دھوپ، بارش میں ایک ہی جگہ بلا حرکت کھڑے رہنا طاقت بشری سے باہر نہیں ہے تو اور کیا ہے۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وسعت میدان ارادت بیار
تابزند مرد سخن گوئے گو

پہلے حضرت شاہ درگاہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جیسا عقیدہ ہو تو پھر حافظ صاحب اس کے حال پر نظر عنایت فرماویں گے۔

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر کرد!
اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

دو پیر بھائیوں کے درمیان میں محبت کا ہونا اس بات کی علامت ہے کہ ان دونوں شخصوں کو اپنے پیر کے ساتھ محبت ہے اور پیر کے ساتھ محبت ہونا علامت ہے۔ محبت حضرت علیہ ﷺ کے ساتھ حضرت علیہ ﷺ کے ساتھ محبت ہونا علامت ہے خدا تعالیٰ کے ساتھ محبت ہونے کی اور درحقیقت یہی ایمان ہے۔ یہ محبت جس قدر زیادہ ہوگی۔ اسی قدر ایمان کامل ہوگا اور جس قدر کمی اس محبت میں واقع ہوگی اسی قدر اس کے مدارج طریقت میں نقصان ہوگا۔ حقیقت میں پیر کی محبت اور خدا کی محبت دو نہیں۔

حکایت

ایک دن میرے اُستاد زبدۃ العافین، قدوۃ السالکین حضرت حاجی حافظ مولوی احمد حسن صاحب کانپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں نواب درویش گجراتی نے سرہند شریف کے اسٹیشن پر فقیر کی موجودگی میں دعا کے واسطے عرض کی۔ حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ تم کو اپنی محبت میں مستغرق کرے۔ نواب

درویش نے عرض کی۔ حضرت میں یہ نہیں چاہتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ مجھ کو پیر کی محبت میں مستغرق کرے۔ حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو جواب فرمایا وہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ فرمایا وہ دو نہیں ہیں۔ کیا معنی کہ پیر اور خدا کی محبت دو نہیں ہیں۔ بلکہ ایک ہی ہے۔ پیر کی محبت عین خدائے تعالیٰ کی محبت ہے۔ کیونکہ پیر وسیلہ یا ذریعہ ہے خدا کی محبت کا اور خدا تعالیٰ کی محبت فرض ہے۔ خدائے تعالیٰ کی محبت سوائے پیر کی محبت کے اور کسی صورت سے حاصل نہیں ہوسکتی اور اس کے واسطے کوئی خاص قاعدہ نہیں۔ طالب کے دل کی جس قسم کی زمین ہوگی، اسی قسم کی محبت کے آثار اس پر ظاہر ہوسکتے ہیں۔ نرم دل بچہ اور عورت میں اس محبت کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔ دلوں کا نرم اور سخت ہونا حدیث شریف سے ثابت ہے یہ حدیث شریف صحیح بخاری میں وارد ہے۔

یہ پیر بھائیوں کا سلسلہ کب سے جاری ہوا۔ اس اُمت میں سب سے پہلے پیر بھائیوں کا سلسلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہما سے شروع ہوا یہ سب ایک دوسرے کے پیر بھائی تھے۔ جو کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو ایک دوسرے کے ساتھ آپس میں محبت تھی۔ اس کی نظیر آج محال ہے۔ اس کے بعد یہ اتحاد محبت کا سلسلہ اب تک اسی طرح سینہ بہ سینہ چلا آتا ہے اور اس محبت کا کم وزیادہ ہونا پیران عظام کی نظر عنایت پر موقوف ہے۔

مرشد کو کسی بات میں اس سے بڑھ کر خوشی نہیں ہوتی، جتنی کہ اپنے دو مریدوں کو آپس میں متحد دیکھ کر ہوتی ہے اور اس کے برخلاف کسی بات سے اتنا رنج نہیں ہوتا جتنا کہ دو مریدوں کو آپس میں ناراض دیکھنے سے ہوتا ہے اور اُصول بھی یہی ہے کہ جب یہ سلسلہ اتحاد اور محبت کا محض اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے۔ تو پھر اس میں غیریت کیسی اور عناد چہ معنی؟ ایسے دو شخصوں کو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ دونوں مردود بارگاہِ الٰہی ہیں۔ علاوہ اپنے پیر و مرشد اور ہادی برحق کے دل دکھانے سے خدا تعالیٰ کو بھی ناراض کر لیتے ہیں۔ تو جو محض اپنی نفسانیت کے واسطے خدا تعالیٰ کو ناراض کرے اس سے بڑھ کر بد

نصیب کون ہو سکتا ہے۔

اکثر یاران طریق ان مسائل سے ناواقف ہیں اور اپنی نفسانی خواہشات کے باعث باہم بغض پیدا کر کے اپنے مولیٰ کو ناراض کر لیتے ہیں اور ان کو اپنے گریبان میں منہ ڈال کر اپنے نفس کی خرابیوں سے شرمانا چاہئے اور ان خرابیوں کو دور کر کے باہمی محبت کا سلسلہ قائم کرنا چاہئے اور یاد رکھنا چاہئے کہ جو کچھ ہے محبت ہی محبت ہے اور بس!

اللہ اللہ ایک وہ زمانہ تھا کہ لوگ پانچ پانچ سو کوس کا سفر پاپیادہ طے کر کے اپنے پیر یا پیر بھائیوں کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے اور اس نعمت کے برابر اور کوئی نعمت نہ سمجھتے تھے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ فقیر کے یاران طریق میں سے ایک شخص میاں وزیر محمد نامی (خدا تعالیٰ کی ہزار رحمتیں اس کی روح پر نثار ہوں) امرتسر میں رہا کرتا تھا۔ بیچارہ دو چار آنے روز کا کام کر کے اپنا پیٹ پالیتا تھا۔ جب اسے معلوم ہو جاتا کہ علی پور سے کوئی شخص امرتسر آیا ہے تو سب کاروبار چھوڑ کر اس کی تلاش میں نکلتا اور جب تک اس کی تلاش نہ کر لیتا، چین نہ لیتا۔ پھر اس کو اپنے گھر لاتا اور اپنی استطاعت سے بڑھ کر اس کی خدمت کرتا۔

اب بھی ایک شخص بابا روڈا نامی سیالکوٹ میں رہتا ہے۔ نہایت ضعیف البدن اور بالکل مفلس آدمی ہے۔ اگر اسے معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص علی پور سے سیالکوٹ میں آیا ہے تو باوجود اپنی ضعیفی کے اور معذوری کے بذات خود اس کی تلاش کر کے جب تک اپنے گھر میں لے جا کر اس کی خدمت نہ کر لے اسے آرام نہیں آتا۔ خدا تعالیٰ اور سب یاروں کو بھی یہ محبت روحانی عطا فرماوے۔

میرے قبلہ و کعبہ حضرت پیر و مرشد ہادی و مولیٰ فداہ روحی وقدس سرہ العزیز اپنے والد ماجد حضرت خواجہ نور محمد تیراہی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کر کے اکثر ارشاد فرماتے اور خود بدولت بھی اس بات پر زور دیا کرتے کہ یار طریقت وہ ہوتا ہے۔ جو یاران

طریق کی خدمت کرے۔ ورنہ صرف ہماری ہی خدمت کرنے سے کوئی شخص یار ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ کیونکہ ہماری خدمت تو کافر بھی کرتے ہیں۔ سبحان اللہ! یہ ایک جامع پر معنی جملہ ہے جس کے الفاظ تو تھوڑے سے ہیں مگر لفظ کے نیچے حقائق کا سمندر لہریں مار رہا ہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ ایک مستعد طالب کو عمل کرنے کے لئے یہ ایک ہی حکم کافی ہے۔

حدیث شریف میں یہ مضمون اس طرح سے وارد ہے کہ ''جو شخص اپنے مومن بھائی کی عزت کرے۔ خدا اس کی عزت کرتا ہے۔'' دوسری حدیث میں یوں ارشاد ہے کہ ''جو شخص خدا تعالیٰ کی ذات پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو۔ اس کو لازم ہے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔''

اس حدیث شریف میں لفظ اکرام ایک ایسا لفظ ہے کہ اس کی تشریح جتنی کی جائے تھوڑی ہے۔ ہر ایک قسم کی خدمت اس لفظ کے معنوں میں داخل ہے۔ غور کا مقام ہے کہ جب سرور کائنات ﷺ عام مہمان کے اکرام کی اس قدر تاکید فرماتے ہیں تو اس کے بعد جس قدر خصوصیت تعلقات میں زیادہ ہوگی اسی قدر اس حکم میں تاکید زیادہ ہوتی جائے گی۔ قرآن شریف میں خداوند تعالیٰ یوں ارشاد فرماتا ہے۔ اٹھائیسواں پارہ پہلے ربع کا چوتھا رکوع ''وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ'' (پ۲۸، ع۴) ''باوجود اپنی ضرورتوں کے دوسروں پر ایثار کرتے ہیں۔''

اس آیت کی تفسیر میں حضرات ابن عمر رضی اللہ عنہ سے وارد ہے کہ ایک مسکین صحابی رضی اللہ عنہ کی پاس کوئی شخص بکری کا ایک بھنا ہوا سر لایا۔ اس صحابی رضی اللہ عنہ نے وہ سر اپنے سے زیادہ محتاج ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ اس دوسرے نے تیسرے کے پاس اور تیسرے نے چوتھے کے پاس۔ اسی طرح وہ سر نو شخصوں کے پاس پھرا۔ خدا تعالیٰ جل جلالہ کو ان کا یہ عمل نہایت پسند آیا۔ اس پر یہ آیت مذکورہ ''وَ

يُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ" نازل ہوئی۔

ایک اور روایت میں اس طرح آیا ہے کہ ایک دن آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بہت سے مہمان آ گئے۔ حضور ﷺ نے حاضرین سے فرمایا، ان کی خدمت کرو۔ چنانچہ ہر ایک صحابی بقدر استطاعت ایک ایک دو دو مہمانوں کو اپنے گھر لے گیا۔ ایک صحابی مہمان کو لے کر گھر پہنچا تو گھر میں دو روٹیاں موجود تھیں جن پر ان کے سارے بال بچوں کو گزارہ کرنا تھا۔ اس مردِ خدا نے بیوی سے کہا کہ بچوں کو تو بھوکا سلا دو اور مہمانوں کے ساتھ کھانے کے لئے بیٹھ جاؤں تو تم بتی نکالنے کے بہانے سے چراغ کو گل کر دینا۔ جب مہمان اور میزبان دونوں روٹیاں آگے رکھ کر بیٹھ گئے تو اس نیک بخت بی بی نے چراغ گل کر دیا۔ میزبان اندھیرے میں جھوٹ موٹ منہ ہلاتا رہا۔ تاکہ یہ مہمان سمجھے کہ اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہے۔ یہاں تک کہ ان دونوں روٹیوں میں سے ایک نوالہ بھی اس مرد نے اپنے منہ میں نہ ڈالا۔ یہی نہیں بلکہ خود بھی بھوکا رہا بلکہ مہمان کی خاطر سے اپنی بیوی اور بچوں کو بھوکا رکھا اور مہمان کو جو اس کا پیر بھائی تھا بھوکا رکھنا گوارا نہ کیا۔ اس صحابی کا یہ عمل یعنی چراغ گل کرنا اور بغیر لقمہ اُٹھانے کے ہاتھ منہ کی طرف لے جانا، بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوا۔ جب صبح وہ صحابی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ اس کو دیکھ کر مسکرائے اور بہت خوش ہو کر فرمایا کہ تمہیں مبارک ہو۔ تیرا رات والا عمل بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہو گیا اور تیرے حق میں اللہ تعالیٰ نے ایک آیت بھیجی ہے جس میں تجھے نجات کا وعدہ دیا گیا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جنگ اُحد میں ایک صحابی زخم سے بے تاب ہو کر گرا اور نزع کی حالت میں پیاس کی شدت ہوئی تو کسی سے پانی مانگا۔ وہ شخص پانی لے کر اس کے سر پر پہنچا تو پاس سے ایک شخص نے ہائے پانی ہائے پانی پکارا۔ پہلے زخمی نے پانی والے کو کہا پہلے اس دوسرے زخمی کو پلا لو، میں بعد میں پیوں گا۔ وہ شخص پانی

لے کر دوسرے کے پاس گیا تو کسی تیسرے زخمی نے آواز دی۔ وہ تیسرے کی خدمت میں حاضر ہوا تو چوتھے زخمی نے پانی پانی پکارا۔ غرض وہ شخص اسی طرح پانی لئے ہوئے سات زخمیوں کے پاس گیا مگر ان میں سے کسی ایک نے دوسرے کو پیاسا رکھ کر خود پانی پینا گوارا نہ کیا۔ جب وہ پانی کا پیالہ لے کر ساتویں کے سر پر پہنچا تو اس کا دم نکل چکا تھا۔ وہ پانی والا جس ترتیب سے گیا تھا اس ترتیب سے واپس آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ سب کے سب جان دے چکے ہیں۔ وہ پیالہ پانی کا جوں کا توں اس پانی والے کے ہاتھ میں موجود تھا۔ یہ ہیں سچے یار طریقت یا حقیقی پیر بھائی۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی گلستان میں ایک حکایت بیان کرتے ہیں کہ دو دوست ایک کشتی میں سوار تھے۔ اتفاقاً دونوں دریا میں گر پڑے۔ ملاح ایک کے پکڑنے کو پانی میں کود پڑا تو اس ڈوبنے والے نے کہا کہ میاں مجھے میرے حال پر چھوڑ دو اور پہلے میرے اس یار طریقت کو پکڑو۔ اس کے ان الفاظ سے کشتی والے بہت بگڑے اور کہا دیوانے تم اپنی جان تو پہلے بچالو! پھر دوسرے کی فکر کرنا۔ اس کے جواب میں جو فقرے اس ڈوبنے والے کی زبان سے نکلے وہ ایسے جامع ہیں کہ آئندہ آنے والی نسلیں جو محبت کا دعویٰ کریں گی وہ سب انہیں فقروں کو اپنا دستور العمل بنائیں گی۔ یعنی اس نے کہا کہ زبانی خرچ یا منہ سے کسی کو یار کہہ دینے سے کچھ فائدہ نہیں۔ یار وہ ہوتا ہے جو مشکل کے وقت اپنے آرام کو یار کی مصیبت پر نثار کر دے اور اگر یار کی خدمت میں جان بھی کام آ جائے تو دریغ نہ کرے۔

چنیں کردند یاران زندگانی
زکار افتادہ بشنو تا بدانی

(ترجمہ) دوستوں نے اپنی عمر کو ایسے بسر کیا، کسی بیکس سے سنتا تو تجھے معلوم ہوتا۔"
گلستان میں کسی دوسری جگہ بلبل شیراز یوں نغمہ طراز ہے۔

دوست مشمار آنکہ در نعمت زند
لاف یاری و برادر خواندگی
دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست
در پریشاں حالی و درماندگی!

(ترجمہ) ''اس شخص کو دوست مت گن جو کہ دولت مندی کے وقت دوستی کا دم بھرتا ہے۔ دراصل دوست وہی ہے جو پریشان حالی اور عاجزی کے وقت دست گیر ہو۔''

حقیقت میں یار کہلانا تو سہل ہے مگر یار طریقت بننا یا اس کا سچا نمونہ بن کر دکھانا مشکل کام ہے۔

میرے حضرت پیرومرشد ہادی ومولیٰ قدس سرہ العزیز سب سے زیادہ اس بار پر خوش ہوتے تھے جو یاروں کا سب سے زیادہ خدمت گزار ہوتا تھا۔ ایک دفعہ دربار شریف سے چند زمیندار تجارت کی غرض سے امرتسر جاتے ہوئے علی پور آ نکلے۔ فقیر نے حتی الامکان ان کی خدمت کی۔ انہوں نے دربار شریف پہنچ کر سارا ماجرا حضور میں عرض کیا۔ آپ اس قدر خوش ہوئے کہ جامہ میں پھولے نہ سماتے تھے۔

ایک بزرگ ساکن موضوع لنگے کھودے ضلع گجرات کے پاس ایک شخص دودھ کا پیالہ لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے باوجود خود بھوکا ہونے کے دوسرے شخص کو دے دیا۔ دوسرے نے تیسرے نے چوتھے کو۔ غرض وہ پیالہ گردش کرتا رہا۔ مگر کسی نے ایک قطرہ بھی نہ پیا۔ تب آپ نے فرمایا کہ کیا تم سب کے سب فرشتے بن گئے۔ اگرچہ ایسی ایسی نظیریں اس زمانہ میں ملنی دشوار ہیں مگر پھر بھی جہاں تک ہو سکے ہر ایک مسلمان کو ایسے پاک وجودوں کے پاک افعال کی تقلید کرنا چاہیے۔

ابھی تھوڑے دن کا ذکر ہے ایک شخص احمد خاں گدوکے نامی ساکن ریاست بہاولپور کوٹھے پر چڑھ کر کسی نوواردیا مہمان یا مسافر کا انتظار کرتا اور دعا مانگتا کہ الٰہی کسی

مہمان کو بھیج کہ اس کے طفیل میں بھی اچھا کھانا کھالوں۔ آخر الامر اس کی دعا قبول ہوئی اور خدا تعالیٰ نے تھوڑے دنوں کے بعد اس کو لنگر جاری کرنے کی توفیق بخشی۔

اسی طرح فقیر کے یاروں میں سے عبداللطیف نام ساکن کوہاٹ نے دعا کے واسطے التجا کی خدا تعالیٰ مجھے اتنی توفیق بخشے کہ میں لنگر جاری کروں اور مسافروں کی خدمت کیا کروں۔

یاران طریقت کو ایک دوسرے کے ساتھ اس قدر محبت ہونی چاہئے کہ مال و متاع سب ایک دوسرے پر فدا کریں اور اُصول طریقت بھی یہی ہے کہ ایک پیر بھائی اپنے نووارد پیر بھائی کے لئے اپنی سب چیزیں وقف سمجھے اور اس کی خدمت کو نعمت غیر مرقبہ سمجھ کر جہاں تک ممکن ہو کوئی دقیقہ اس کی خدمت گزاری میں فرد گذاشت نہ کرے۔ صرف زبانی جمع خرچ کرنے اور یار طریق کہلانے سے کبھی بھی کوئی منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکتا۔ عرب کا ایک قول ہے۔ "اَلْمَحَبَّۃُ یُظْھِرُ بِالْیَدْ" یعنی محبت ہاتھ سے ظاہر ہوتی ہے۔" اگر اس کے ثبوت کی ضرورت ہو تو دیکھو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حالات۔

جب مہاجرین مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں پہنچے تو مدینہ شریف والوں نے اپنے یاران طریق کے ساتھ اس قدر ہمدردی کی کہ اگر ایک شخص کے پاس دو مکان تھے تو اس نے ایک مکان مہاجر کو دے دیا۔ اگر دو برتن تھے، تو ایک برتن اور اگر دو کپڑے تھے تو ایک کپڑا اپنے پیر بھائی کے حوالے کر دیا۔ یہاں تک کہ اگر کسی کے نکاح میں دو بیویاں تھیں تو اس نے ایک بیوی کو اپنے مہاجر پیر بھائی کے لئے طلاق دے دی۔ درحقیقت سچا اسلام وہی تھا۔ سچے پیر بھائی وہی تھے۔

میرے گاؤں میں ایک بزرگ میاں غلام رسول صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ گزرے ہیں۔ ان کا پنجابی کا ایک شعر ہے فرماتے ہیں۔

جس نے داری کسے دی نہ کیتی نہ کیتا اس نوں راضی میاں قاضی

جے سے برساں پڑھے نمازاں تد بھی رب نہ راضی ہتھوں پاضی

یعنی جو کوئی اپنے مہمان کی خدمت کر کے اسے راضی نہیں کرتا وہ صد ہا سال تک نماز بھی پڑھے۔ پھر اپنے خدا کو راضی نہیں کر سکتا بلکہ بجائے راضی کرنے کے ایسے شخص یعنی خدمت نہ کرنے والے پر اللہ تعالیٰ خود ناراض ہوتا ہے اور حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

ہر کہ نخوت کرد او محروم شد

حدیث شریف میں آیا ہے۔ "سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ" ایک دن جناب حافظ شہاب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ امام مسجد پٹولیاں ساکن لاہور نے حضرت مولوی خلیفہ نظام الدین صاحب لاہوری وارد بمبئی (جو لاکھوں روپے کے مالک تھے) سے سوال کیا کہ آپ نے اس قدر روپیہ کس طرح حاصل کر لیا۔ آپ نے فرمایا "حافظ صاحب میں جس تنگی سے لاہور میں گزارہ کرتا تھا وہ آپ کو یاد ہے۔ بمبئی پہنچ کر میں نے درویشوں کی خدمت شروع کی جس کی برکت سے لاکھوں روپے کا مالک بن گیا ہوں۔" آپ سے ہو سکے تو درویشوں اور مسافروں کی خدمت کیا کرو۔

حافظ صاحب مرحوم نے ان کے فرمان کی تعمیل کے لئے کمر ہمت مضبوط باندھ لی اور درویشوں کی خدمت شروع کر دی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حافظ صاحب نے لاہور میں دن بسر کیے وہ اہل لاہور سے مخفی نہیں اور قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعریف میں ان کے مہمانوں کی خدمت کرنے کا ذکر فرمایا اور انسان تو انسان حیوانوں کی خدمت کرنے میں بھی بڑے درجے ملتے ہیں بلکہ انسان پر حیوانوں کی خدمت گزاری واجب کی گئی ہے۔ کوئی نبی علیہ السلام آج تک نہیں گزرا

جس کو بکریاں چرانے کی خدمت سپرد نہ کی گئی ہو۔ اس میں ان کا امتحان ہوتا تھا۔
میرے قبلہ حضرت قدس سرہ العزیز کی عادت مبارک تھی کہ جب کوئی مہمان حاضر ہوتا تو آپ باوجود ضعف پیری اور سو سال سے بھی زیادہ عمر ہونے کے بذات خود گھر میں تشریف لے جا کر چھاچھ یا شربت یا دودھ جو کچھ حاضر ہوتا اپنے ہاتھ سے اُٹھا کر لاتے اور اگر کھانا تیار ہوتا تو لے آتے ورنہ اسی وقت کھانا تیار کرواتے عمدہ اور لذیذ کھانے پکواتے اور اپنے پاس بٹھا کر کھانا کھلاتے۔ حق تو یہ ہے کہ جو لذت اس کھانے میں ہوتی تھی وہ اس سے پہلے اور پیچھے کبھی نصیب نہ ہوئی۔ فقیر اس جگہ اتنا کھا جاتا تھا کہ کبھی عمر بھر نہیں کھایا۔

حضرت خواجہ خان عالم صاحب نقشبندی مجددی نوری رحمۃ اللہ علیہ ساکن باؤلی شریف ضلع گجرات کی عادت مبارک تھی کہ جب کوئی اجنبی پٹھان آپ کے ہاں اتفاقاً آ جاتا تو اس کے لئے علیحدہ کھانا تیار کرواتے اور خود اپنے ہاتھ مبارک سے اس کی خدمت کرتے۔ اگر کوئی شخص خصوصیت کی وجہ پوچھتا تو فرماتے کہ میرے حضرت پیر و مرشد کے وطن مبارک کے رہنے والے ہیں۔ اس لئے اور مہمانوں کی نسبت ان کی خصوصیت ہے۔

اب میں یار طریقت کے لغوی معنی بیان کرتا ہوں۔ یار فارسی لفظ ہے اور اس کے معنی مددگار یا مدد کرنے والے کے ہیں۔ طریقت کے معنی راہ کے ہیں مگر مطلق راہ نہیں۔ بلکہ وہ راہ جو اللہ تعالیٰ جل شانہ کی طرف جانے والی ہو۔ پیر بھائی کے کیا معنی؟ جو دو شخص ایک پیر کے ملنے والے ہوں ان کو تصوف کی اصطلاح میں پیر بھائی کہا جاتا ہے۔

جس طرح ایک شخص کے دو بیٹے ہوں ان کو مادرزاد بھائی کہا جاتا ہے۔ ویسا ہی ان دونوں کو پیر بھائی کہا جاتا ہے۔ ان پیر بھائیوں کا تعلق اور محبت ان جسمانی مادرزاد بھائیوں سے بڑھ کر ہونی چاہیے۔ اس کو اپنے پیر بھائی کے دیکھنے سے اتنی خوشی حاصل ہو کہ اپنے متعلقین جسمانی سے کسی کے دیکھنے سے اتنی فرحت حاصل نہ ہو اور

اس کے رنج وراحت میں شریک ہو۔ اس پیر بھائی کے رنج کو اپنا رنج، اس کی تکلیف کو اپنی تکلیف اور اس کی خوشی کو اپنی خوشی سمجھے تو وہ شخص اس سچے خطاب پیر بھائی کا مستحق ہو سکتا ہے۔ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ ساکن تونسہ شریف فرمایا کرتے تھے کہ لفظ پیر بھائی نہیں بلکہ پیڑ بھائی ہے۔ پیڑ پنجابی میں درد کو کہتے ہیں۔ کیا معنی جو شخص دکھ یا درد یا تکلیف میں اس کا بھائی بن کر اس کی تکلیف یا رنج مٹائے وہی پیر بھائی ہے۔ اس زمانہ میں تو بعض شخصوں کو اس نام سے بھی نفرت معلوم ہوتی ہے۔ ہاں بعض یاران طریقت اس کلمہ کو اپنی عزت اور فخر کا باعث سمجھ کر ادنیٰ سے ادنیٰ یا غریب سے غریب یار طریق کو فخریہ طور پر پیر بھائی کے نام سے پکارتے ہیں اور یہ مقولہ ان کی زبان پر ہوتا ہے۔

مقام عشق میں شاہ وگدا کا ایک رتبہ ہے
زلیخا ہر گلی کوچہ میں بے توقیر پھرتی ہے

وہ یہی سمجھتے ہیں کہ جس طرح ایک شخص کے دو بیٹے ہوں۔ ایک لاکھ روپیہ کا مالک اور دوسرا مفلس وعاجز۔ مگر باپ کے بیٹے ہونے میں وہ دونوں شامل ہیں اور وہ مالدار اس مسکین کو یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ میرے باپ کا بیٹا نہیں ہے۔ ولدیت میں دونوں برابر شامل ہوں گے۔ ویسے ہی دو پیر بھائی خواہ وہ کسی حیثیت کے ہوں، ان کے پیر بھائی کہلانے سے کوئی انکار نہیں کر سکتا جو ایسا کرتے ہیں ان کی سخت غلطی ہے۔

میرے یاروں میں سے ایک شخص شیخ محمد ابراہیم صاحب وکیل ریاست بیکانیر جو بڑے اعلیٰ پایہ کے آدمی ہیں اور مہاراجہ صاحب کے دربار میں کمال درجہ کا اعزاز حاصل ہے۔ ہمیشہ اپنے ادنیٰ سے ادنیٰ مسکین وغریب یار طریقت کو پیر بھائی کے نام سے پکارتے ہیں۔ ان کے کام کو بلا منتنانہ اپنا کام سمجھ کر بلکہ اپنے ذاتی کام سے بھی بڑھ کر سرانجام دیتے ہیں خدا تعالیٰ اوروں کو بھی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین

اب ہم اس مسئلے میں ایک شرعی نگاہ ڈالنا چاہتے ہیں اور اپنے ناظرین کو وہ

فیصلہ سنانا چاہتے ہیں جو قرآن کریم اور حدیث شریف نے اس مسئلہ کے متعلق فرمایا ہے۔ خداتعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ دیکھ پارہ ۲۶

"اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ" یعنی "مومن بھائی ہیں۔"

دوسری جگہ قرآن شریف میں ارشاد ہے۔ دیکھو پارہ چھٹا۔

"اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ" یعنی "خدائے تعالیٰ کے محبوب لوگ وہ ہوتے ہیں جو مومنوں کے ساتھ نرمی اور تواضع سے پیش آئیں۔"

ایک اور جگہ حضور ﷺ کے سچے رفیقوں کی صفت اسی طرح بیان ہوئی ہے۔

رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ یعنی "وہ لوگ آپس میں محبت اور شفقت کا برتاؤ رکھتے ہیں۔"

حضرت رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ خداتعالیٰ جس شخص کی بہتری چاہتا ہے اسے نیک دوست عطا فرماتا ہے۔ تاکہ وہ اگر کہیں خدا کو بھول جائے تو دوست اسے یاد دلاتا رہے اور اگر وہ شخص خدا کی یاد میں لگا رہے تو دوست اس کا مددگار رہے۔ فرمایا حضور ﷺ نے کہ جہاں کہیں دو مومن مل بیٹھیں ایک کو دوسرے سے دین کا ضرور فائدہ پہنچتا ہے۔ فرمایا جو شخص کسی کو خدا کے لئے اپنا بھائی بنالے۔ جنت میں ایسا درجہ بلند عطا کیا جائے گا جو کسی اور عبادت سے حاصل نہیں ہوسکتا۔

حضرت ابوادریس خولانی رضی اللہ عنہ نے ایک دن حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا۔ میں آپ کو خدا کے واسطے دوست رکھتا ہوں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ بات ہے تو میں آپ کو خوشخبری سناتا ہوں کہ جناب رسول اکرم ﷺ کو میں نے ارشاد فرماتے سنا ہے کہ قیامت کے دن عرش کے گرداگرد کرسیاں بچھائی جاویں گی۔ ان پر ایسے لوگ بیٹھے ہوں گے جن کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔ اس وقت سب لوگ ڈر رہے ہوں گے۔ مگر یہ کرسی نشین اطمینان کے ساتھ بیٹھے ہوں گے۔ یہ لوگ خدا کے دوست ہیں۔ جن کو نہ کوئی ڈر ہوگا اور نہ غم۔ لوگوں نے

عرض کی۔ خدا کے حبیب ﷺ یہ کون لوگ ہوں گے۔ فرمایا "اَلْمُتَحَابُوْنَ فِی اللّٰہِ" وہ لوگ ہوں گے جو ایک دوسرے کو خدا کے واسطے دوستی رکھتے ہیں۔"

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ وہ آدمی جو آپس میں اللہ کے واسطے دوستی رکھتے ہیں۔ ان میں خدا کے نزدیک زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو اپنے دوست کو زیادہ پیار کرے۔

فرمایا! حق تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میری دوستی کے وہ لوگ حقدار ہیں جو ایک دوسرے سے میرے واسطے ملاقات کریں۔ میرے لئے ایک دوسرے کے ساتھ دوستی رکھیں۔ مجھے راضی کرنے کے واسطے اپنے مال سے ایک دوسرے کی تکلیف دور کریں اور میرے ہی لئے ایک دوسرے کی مدد کریں۔

فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو آپس میں میرے واسطے محبت رکھتے تھے تاکہ آج جب کہ پناہ لینے کو سایہ کہیں نہیں ہے ان کو اپنے سایہ میں جگہ دوں گا۔

فرمایا جو شخص خدا کے واسطے اپنی دینی بھائی سے ملاقات کرتا ہے۔ اس کے پیچھے فرشتہ ندا کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا بہشت تجھے مبارک ہو۔

فرمایا ایک شخص اپنے کسی دوست کی ملاقات کو جا رہا تھا۔ خدا کے حکم سے اسے ایک فرشتہ رستہ میں ملا اور اس شخص سے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ اس نے کہا فلاں بھائی سے ملنے جاتا ہوں۔ فرشتے نے پوچھا کیا تمہیں اس سے کچھ کام ہے۔ کہا کچھ نہیں پھر پوچھا وہ شخص تمہارا کوئی رشتہ دار ہے۔ کہا کوئی نہیں، پھر پوچھا کہ اس نے تمہارے ساتھ کوئی احسان کیا ہے جس کا معاوضہ ادا کرنے کے لئے تم وہاں جا رہے ہو۔ کہا کوئی نہیں، فرشتے نے کہا جب تمہارا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تو پھر اس سے ملنے کیوں جاتے ہو۔ اس نے کہا بھائی میں تو صرف خدا کے واسطے اس کے پاس جا رہا ہوں اور خدا کے واسطے مجھے اس سے محبت ہے۔ فرشتے نے کہا تمہیں مبارک ہو کہ خدا

تعالیٰ نے مجھے تیرے پاس اِس واسطے بھیجا ہے کہ تجھے یہ خوش خبری سناؤں کہ خدا تعالیٰ تجھے دوست رکھتا ہے۔ اس واسطے کو تو اسے دوست رکھتا ہے اور تیرے واسطے خدائے کریم نے اپنے اُوپر بہشت کو واجب کیا ہے۔

فرمایا ایمان کے بارے میں بہت مضبوط دستاویز وہ دوستی اور وہ دشمنی ہے جو خدا کے واسطے ہو۔

خدا تعالیٰ نے کسی نبی پر وحی بھیجی کہ تم نے یہ زہد جو اختیار کر رکھا ہے۔ اس سے تم دنیا اور رنج دنیا سے چھوٹ کر آرام میں ہو گئے۔ میری یہ عبادت جو تم کر رہے ہو اس سے تمہیں ہمارے دربار میں عزت حاصل ہو گئی ہے۔ لیکن دیکھو تو کبھی تم نے میرے دوستوں سے دوستی اور دشمنوں سے دشمنی بھی رکھی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے عیسیٰ علیہ السلام! اگر تم بفرض کل زمین والوں اور کل آسمان والوں کی عبادتیں بھی بجالاؤ اور ان عبادتوں میں کسی کی دوستی یا دشمنی میرے واسطے نہ ہو تو وہ سب عبادتیں بے فائدہ ہوں گی۔

ایک دفعہ لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا یا روح اللہ! ہم کس کی صحبت میں بیٹھا کریں۔ فرمایا ایسے شخص کی صحبت میں جس کے دیکھنے سے تمہیں خدا یاد آئے۔ جس کی باتیں تمہارے علم کو بڑھائیں اور جس کے اعمال تمہیں آخرت کی طرف مائل کریں۔

حضرت داؤد علیہ السلام پر خدا تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ داؤد لوگوں سے بھاگ کر تنہا کیوں بیٹھ رہا ہے۔ عرض کی الٰہی! تیری محبت نے لوگوں کی یاد میرے دل میں محو کر دی اور میں سب سے متنفر ہو گیا ہوں۔ ارشاد ہوا داؤد! ہوشیار رہو۔ اپنے واسطے کوئی دینی بھائی پیدا کرو اور جو شخص دین کی راہ میں تمہارا مددگار نہ ہو اس سے دور بھاگو کہ وہ تمہارے دل کو سیاہ کرے گا اور مجھ سے تمہیں دور رکھے گا۔

سلطان الانبیاء علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جس کا

آدھا جسم برف سے بنا ہے اور آدھا آگ سے۔ وہ دعا مانگتا ہے کہ الٰہی جس طرح تو نے برف اور آگ میں الفت ڈال دی ہے اسی طرح اپنے نیک بندوں کے دلوں میں بھی الفت ڈال دے۔

فرمایا جو لوگ خدا کے واسطے آپس میں دوستی رکھتے ہیں۔ ان کے لئے قیامت کے دن یاقوت سرخ کا ایک ستون کھڑا کیا جائے گا جس کی چوٹی پر ستر ہزار دریچے ہوں گے۔ ان پر سے وہ لوگ اہل جنت کو جھک جھک کر دیکھیں گے۔ ان کے چہروں کا نور اہل جنت پر اس طرح پڑے گا جس طرح آفتاب کا نور زمین پر پڑتا ہے۔ اہل جنت کہیں گے چلو ان کو دیکھیں۔ ان لوگوں کے بدن میں سندس کا سبز لباس ہوگا اور ان کی پیشانیوں پر لکھا ہوگا "اَلْمُتَحَابُوْنَ فِی اللّٰہِ" وہ لوگ خدا کے واسطے دوستی کرنے والے ہیں۔"

ابن سماک رحمۃ اللہ علیہ نے موت کے وقت بارگاہ الٰہی میں یوں عرض کیا کہ اے خداوند دو جہاں تو جانتا ہے کہ میں گناہ کرتے وقت تیرے فرمانبردار بندوں کو دوست رکھتا تھا۔ اس کام کو میرے گناہوں کا کفارہ کر۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ خدا کے واسطے دوستی رکھنے والے جب ایک دوسرے کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں تو ان سے اس طرح گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ جیسے درخت کے پتے موسم خزاں ہیں۔

حجتہ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کیمیائے سعادت میں اس مسئلہ کو جس خوبی سے بیان فرمایا ہے وہ قابل دید ہے۔ فرماتے ہیں کہ اے عزیز! جب برادری اور صحبت کا عہد ہو گیا تو اس کا عقد نکاح کی مانند سمجھ کر جو اس کے حقوق ہیں، ان کے ادا کرنے میں جان و دل سے ساعی رہنا چاہیئے کیونکہ جناب رسول کریم۔ نے ارشاد فرمایا ہے کہ دو بھائیوں کی مثال دو ہاتھوں کی سی ہے کہ ایک دوسرے کو دھوتا ہے۔

اور صحبت و محبت کے حقوق دس قسم کے ہوتے ہیں۔ پہلی قسم وہ ہے جس کا مال سے تعلق ہے اور یہ حق سب حقوق میں پہلے درجہ پر ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ ایک دوست اپنے دوست بھائی کے حق کو مقدم سمجھے اور اپنا حصہ اسے دے ڈالے۔ جیسا کہ انصار کے حق میں خدا تعالیٰ ارشاد فرمایا ہے۔

"وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ" (پ ۲۸، ع ۴)

یعنی "وہ اختیار کرتے ہیں اپنی ذاتوں پر اگرچہ ان کو احتیاج ہو۔"

دوسرا درجہ یہ ہے کہ ایک دوست اپنے دوست بھائی کو اپنے جیسا سمجھے۔ یعنی اپنے اور اس کے درمیان اپنے مال کو مشترک جانے اور سب سے آخری درجہ یہ ہے کہ دوست بھائی کو اپنا خادم یا غلام سمجھا جائے۔ یعنی جو چیز اپنی حاجت سے زیادہ ہو وہ اس کو دی جائے۔ لیکن اس سب سے ادنیٰ درجہ میں بھی اس بات کا لحاظ رکھا لازم ہے کہ محتاج دوست کو سوال نہ کرنا پڑے۔ اگر سوال تک نوبت پہنچی تو دوستی جاتی رہی۔ یہ دوستی یا صحبت ارباب محبت کے نزدیک کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔

عتبتہ الغلام کا ایک دوست تھا۔ اس نے چار ہزار درہم طلب کیا۔ عتبتہ الغلام نے کہا اس وقت دو ہزار درہم لے جاؤ۔ دو ہزار پھر لے جانا۔ اس دوست نے جواب دیا۔ عتبتہ الغلام تیری غیرت کو کیا ہوا۔ اللہ کی دوستی کا تو دعویٰ کرتے ہو پھر دنیا کو اس پر ترجیح دیتے ہو۔

کسی بادشاہ کے روبرو حضرات صوفیائے کرام رضی اللہ عنہ کے ایک گروہ کے حق میں لوگوں نے چغلی کھائی۔ اس پر سب صوفیوں کے واسطے تلوار کھینچی گئی۔ ان میں خواجہ ابوالحسن نوری قدس سرہ بھی موجود تھے۔ سب سے پہلے آگے بڑھ کر کہا کہ پہلے مجھے قتل کرو۔ بادشاہ نے کہا کہ تم کیوں آگے بڑھتے ہو؟ کیا تمہیں اپنی جان عزیز نہیں۔ آپ نے فرمایا یہ سب صوفی میرے دوست بھائی ہیں اور مجھے اس وقت موت

Marfat.com

کا یقین ہو چکا ہے۔ چاہتا ہوں کہ ایک گھڑی پہلے ان سب سے جان دے دوں تا کہ وہ جان ان پر نثار ہو جائے۔ یہ جواب سن کر بادشاہ حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ سبحان اللہ! ایسے بامروت لوگ اگر قتل کے لائق ہیں تو میں نہیں جانتا کہ زندہ رہنے کے لئے ان سے بہتر کون سے لوگ ہوں گے۔ پھر سب کو رہا کر دیا۔

حضرت فتح موصلی قدس اللہ سرہ اپنے ایک دوست کے گھر گئے۔ وہ گھر میں نہ تھا۔ اس کی لونڈی سے کہا کہ اپنے مالک کا صندوقچہ لا۔ وہ لائی، جو کچھ درکار تھا صندوقچہ میں سے لے لیا۔ جب وہ دوست اپنے گھر آیا اور یہ ماجرا سنا تو خوشی کے مارے اس نے لونڈی کو آزادی کر دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص نے عرض کی میں چاہتا ہوں کہ آپ سے دوستی اور برادری کروں۔ آپ نے فرمایا میاں تمہیں برادری کے حقوق بھی معلوم ہیں۔ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا ایک حق تو یہ ہے کہ تو اپنے سونے چاندی بلکہ ساری جائیداد میں مجھ سے زیادہ حقدار نہ رہے۔ اس نے عرض کی حضرت ابھی میں اس درجہ کو نہیں پہنچا۔ آپ نے فرمایا تو بس چلے جاؤ۔ دوستی اور برادری تمہارا کام نہیں ہے۔

مسروق اور خثیمہ رحمۃ اللہ علیہما میں دوستی تھی اور دونوں صاحب قرضدار تھے لیکن ایک نے دوسرے کا قرض اس طرح ادا کر دیا کہ دوست کو خبر تک نہ ہوئی۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ اگر میرے بیس درہم کسی دوست کے کام آویں تو وہ اس سو درہم سے بہتر سمجھتا ہوں جو فقیروں کو خدا کے واسطے دوں۔

جناب سرور کائنات ﷺ نے جنگل میں دو مسواکیں بنائیں۔ ایک ٹیڑھی تھی اور دوسری سیدھی۔ ایک صحابی بھی حاضر خدمت تھے۔ آپ نے سیدھی مسواک تو ان کو عطا فرمائی اور ٹیڑھی خود رکھ لی۔ صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اے خدا کے حبیب ﷺ یہ مسواک اچھی ہے، آپ ﷺ لیجئے اور ٹیڑھی مسواک مجھے دے دیجئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔ یاد رکھو! جب کوئی شخص کسی کے ساتھ گھڑی بھر صحبت رکھے تو قیامت کے دن اس سے ضرور سوال ہوگا کہ آیا تو نے حقِ صحبت ادا کیا یا نہیں؟ آپ ﷺ کا یہ فرمان صاف بتلا رہا ہے کہ حق صحبت کے یہ معنی ہیں کہ آدمی اپنے کام کی چیز دوست کو دے دے۔

جناب رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب دو آدمی باہم صحبت رکھتے ہیں تو ان دونوں میں خدا کا بڑا دوست وہ شخص ہوتا ہے جو اپنے دوست کے ساتھ زیادہ شفقت کرے۔

صحبت کے حقوق کی دوسری قسم یہ ہے کہ دوست سب کاموں میں اپنے دوست کی طرف سے خواہش ظاہر ہونے سے پہلے ہی اس کو یاری و مدد کرے۔ خوشی خوشی اور کشادہ پیشانی کے ساتھ دوست کی خدمت گزاری میں مصروف رہے۔ پہلے بزرگوں کی عادت تھی کہ ہر روز اپنے دوستوں کے دروازے پر جا کر گھر والوں سے پوچھتے کہ کیا کرتے ہو۔ لکڑی آٹا، نمک ہے یا نہیں؟ دوستوں کے کام کو اپنے کام کی طرح ضروری جانتے۔ کام کرتے تو بجائے دوست پر احسان کرنے کے خود احسان مند ہوتے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ دینی بھائی مجھے اپنے بیوی بچوں سے بڑھ کر عزیز ہیں۔ اس لئے کہ ان لوگوں کو دیکھ کر مجھے خدا یاد آتا ہے اور بیوی و بچے دنیا یاد دلاتے ہیں۔

حضرت عطا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کم سے کم تین دن کے بعد اپنے دوستوں کی ضرور خبر لیا کرو۔ بیمار ہوں تو ان کی خدمت کیا کرو۔ کسی کام میں مصروف ہوں تو ان کی مدد کیا کرو اور اگر بھول گئے ہوں تو ان کو یاد دلایا کرو۔

حضرت جعفر ابن محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ دشمن جب تک مجھ سے بے پرواہ نہ ہو جائے تب تک میں اس کی حاجت روائی میں جلدی کیا کرتا ہوں تو دوست کے حق میں کیا کروں۔

اگلے بزرگوں میں ایک بزرگ تھے۔ انہوں نے اپنے دوست کی وفات کے بعد چالیس برس تک حق صحبت کی رعایت سے اس کے جورولڑکوں کی خدمت کی۔

تیسری قسم زبان سے متعلق ہے کہ اپنے بھائیوں کے حق میں اچھی بات کہے اوران کے عیبوں کو چھپائے۔ اگر کوئی ان کی پیٹھ پیچھے ان کا ذکر کرے تو اس کا جواب دے اور یہ سمجھے کہ وہ دیوار کے پیچھے سن رہا ہے۔ جس طرح اپنی پیٹھ پیچھے اس کا رہنا چاہتا ہے اسی طرح اس کے پیٹھ پیچھے خود بھی رہے۔ چرب زبانی نہ کرے۔ جب وہ اس سے کچھ کہے تو مان لے تکرار نہ کرے۔ اس کا راز فاش نہ کرے گو کہ اس سے انقطاع ہو چکا ہو کیونکہ یہ امر بدظنی سے ہوتا ہے۔ اس کے زن وفرزند اور احباب کی غیبت نہ کرے۔ اگر کسی نے اس کی شکایت کی ہو تو اس سے نہ بیان کرے۔ اس واسطے کہ اگر کہے گا تو اسے رنج دے گا۔ اگر لوگ اس کی تعریف کریں تو اس سے نہ چھپائے۔ اس واسطے کہ یہ امر حسد کی دلیل ہے۔ اگر اس نے اس کی شکایت کی یا کچھ تقصیر کی ہے تو شکایت نہ کرے اور معاف کردے اور اپنا قصور یاد کرے جو خدا کی عبادت میں کرتا ہے۔ تاکہ اپنے حق میں کسی کے قصور کو اچنبھا نہ جانے اور یہ سمجھے کہ اگر کوئی ایسے شخص کو ڈھونڈے جو بے خطا اور بے عیب ہو تو ہرگز نہ پائے اور خلق کی صحبت چھوڑ دیوے۔ حدیث شریف میں ہے کہ مومن ہمیشہ بھلائی ڈھونڈتا ہے اور منافق سدا عیب ڈھونڈتا ہے۔ چاہیئے کہ ایک نیکی کے بدلے دس تقصیریں چھپائے۔

حضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ برے آشنا سے پناہ مانگنا چاہیئے۔ اس واسطے کہ جب وہ برائی دیکھتا ہے تو ظاہر کر دیتا ہے۔ جب اچھائی دیکھتا ہے تو چھپاتا ہے۔

جب کوئی قصور معذرت کے لائق ہو تو اسے معاف کردے اور نیک گمان کرے۔ اس واسطے کہ بدگمانی کرنا حرام ہے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے مومن کی چار چیزوں کو

دوسروں پر حرام کیا ہے۔ مال، جان، آبرو، بدگمانی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جو اپنے برادر کو سوتا دیکھتا ہے تو اس کی شرمگاہ سے کپڑا اتارتا ہے۔ تاکہ وہ ننگا ہو جائے۔ لوگوں نے کہا یا روح اللہ! اس امر کو کون روا رکھے گا۔ فرمایا تم ہی روا رکھتے ہو۔ اس واسطے کہ اپنے برادر کا راز فاش کرتے ہو تاکہ اور لوگ اس سے واقف ہو جائیں۔

بزرگوں نے کہا ہے کہ جب تو کسی کے ساتھ دوستی کرنا چاہے تو پہلے اس کو غصہ میں لا۔ پھر کسی کو اس کے پاس مخفی بھیج تاکہ تیرا ذکر چھیڑے اور اگر وہ تیرا امساء راز کرے تو جان لے کہ وہ دوستی کرنے کے قابل نہیں اور یہ بھی بزرگوں نے کہا ہے کہ ایسے شخص کے ساتھ دوستی کر کہ تیرا حال جو خدا جانتا ہے وہ جانے اور جس طرح خدا تعالیٰ چھپاتا ہے وہ چھپائے۔

کسی شخص نے ایک دوست سے اپنا راز کہا اور پوچھا تو نے اس بات کو یاد کر لیا۔ اس نے کہا نہیں بھولا ہوا ہوں۔

بزرگوں نے کہا ہے کہ جو چار وقتوں میں تجھ سے بدل جائے وہ دوستی کے قابل نہیں۔ خوشی کے وقت، غصہ کے وقت، طمع کے وقت، خواہش نفسانی کے وقت، چاہیئے کہ ان وقتوں میں تیرے حق سے نہ گزرے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تجھے اپنا مقرب کیا ہے اور بوڑھوں پر ترجیح دی ہے۔ خبردار پانچ باتیں یاد رکھنا۔ ایک ان کے راز فاش نہ کرنا۔ دوسرے ان کے سامنے غیبت نہ کرنا۔ تیسرے ان سے کوئی جھوٹ بات نہ کہنا۔ چوتھے ان کے حکم کے خلاف نہ کرنا۔ پانچویں وہ تجھ سے ہرگز کوئی خیانت نہ دیکھنے پائیں۔

اے عزیز! تو جان کہ کوئی چیز دوستی میں اتنا فساد اور خلل نہیں ڈالتی جتنا مناظرہ

اور خلاف خلل ڈالتا ہے۔ دوست کی بات کو رد کیا تو اس کے یہ معنی ہیں کہ گویا اس کو احمق اور جاہل کہا اور اپنے تئیں عاقل اور فاضل سمجھا اور اس سے تکبر کیا۔ چشم حقارت سے اسے دیکھا۔ یہ باتیں دشمنی سے ملی ہوئی ہیں۔ دوستی سے نہیں۔ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم اپنے بھائی کے کلام میں خلاف نہ کر۔ اس سے ٹھٹھا نہ کرو اور اس کے ساتھ وعدہ خلافی نہ کر۔

بزرگوں نے کہا ہے کہ اگر تو نے اپنے بھائی سے کہا چل۔ اس نے کہا کہاں تک؟ تو وہ صحبت کے قابل نہیں بلکہ چاہئے کہ فوراً اُٹھ کھڑا ہو اور کچھ نہ پوچھے۔

حضرت ابو سلیمان درانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میرا ایک دوست تھا۔ میں جو کچھ اس سے مانگتا وہ دے دیتا۔ ایک بار میں نے اس سے کہا کہ فلانی چیز کی مجھے ضرورت ہے۔ اس نے کہا کس قدر درکار ہے۔ پس اس کی دوستی کی حلاوت میرے دل سے جاتی رہی۔ دوستی کا نباہ اس امر میں موافقت کرنے سے ہوتا ہے جس میں موافقت کر سکیں۔

چوتھی قسم یہ ہے کہ زبان سے شفقت اور محبت ظاہر کرے۔ رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں۔ "اِذَا اَحَبَّ اَحَدُکُمْ اَخَاہُ فَلْیُخْبِرْہُ" یعنی "جب کوئی شخص کسی کو دوست رکھے تو اسے خبر دے۔" آپ ﷺ نے یہ اس واسطے فرمایا ہے تاکہ اس کے دل میں بھی محبت پیدا ہو۔ اس صورت میں دوسرے کی طرف سے دوگنی محبت ہوگی۔ چاہئے کہ اس کی تمام احوال پرسی کرے۔ رنج و راحت میں اس کا شریک رہے۔ اس کے رنج کو اپنا رنج، اس کی خوشی کو اپنی خوشی جانے۔ اسے پکارے تو اچھے نام کے ساتھ پکارے۔ اگر اس کا کچھ خطاب ہے تو اسی سے پکارے کہ وہ اسے بہت دوست رکھتا ہوگا۔

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ یار کی دوستی تین چیزوں سے مضبوط ہوتی ہے۔ ایک تو یہ کہ اسے اچھے نام سے پکارا کرو۔ دوسرے یہ کہ پہلے خود

اسے سلام کیا کر۔ تیسرے یہ کہ اپنے سے پہلے اسے بٹھا۔ ازاں جملہ یہ بھی ہے کہ پیٹھ پیچھے اس کی ایسی تعریف کر جو اسے پسند ہو۔ اس طرح اس کے جورو، لڑکوں اور متعلقوں کی بھی تعریف کر۔ ایسے کام سے دوستی بہت مضبوط ہوتی ہے اور وہ جو احسان کرے اس کا شکر کر۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کی نیک نیتی پر شکر نہ کرے گا وہ نیک کام پر بھی شکر نہ کرے گا اور چاہئے کہ اس کی پیٹھ پیچھے اس کی مدد کرے۔ جو شخص اس پر طعن کرتا ہے اس کے کلام کو رد کرے اور دوست کو اپنی مانند جانے۔ جس کسی کے سامنے برائی کے ساتھ اس کے دوست کا ذکر آئے اور چپ ہو رہے تو یہ امر ایسا ہے کہ گویا دوست کو پٹتے دیکھا اور مدد نہ کی اور چپ رہا۔ بلکہ بات کا گھاؤ بہت کاری ہوتا ہے۔ کسی کا قول ہے کہ جب کسی نے میرے دوست کے پیٹھ پیچھے اس کا ذکر کیا تو میں نے فرض کر لیا کہ وہ دوست موجود ہے اور سنتا ہے تو ایسا جواب دیا جسے میں نے چاہا کہ وہ دوست سنے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے دو بیلوں کو دیکھا کہ زمین پر بندھے ہوئے ہیں۔ جب ایک اُٹھا تو دوسرا بھی اُٹھا۔ یہ دیکھ کر آپ بے اختیار روئے اور فرمایا کہ برادران دینی بھی ایسے ہی ہوتے ہیں کہ کھڑے ہونے اور چلنے میں ایک دوسرے کی متابعت کرتے ہیں۔

پانچویں قسم یہ ہے کہ علم دین میں جو اسے ضروری ہو سکھاوے۔ اس واسطے کہ اپنے بھائی کو دوزخ کی آگ سے بچانا۔ دنیا کے رنج والم سے چھڑانے کی بہ نسبت اولیٰ ہے اگر علم سیکھنے کے بعد اس پر عمل نہ کرے تو اس کو نصیحت کرے اور خدا سے ڈرائے۔ مگر چاہئے کہ یہ نصیحت تنہائی میں ہو تاکہ مہربانی کی دلیل ہو۔ اس واسطے کہ برملا نصیحت کرنے میں رسوائی ہے اور جو کچھ کہنا ہے نرمی سے کہے۔ سختی سے نہ کہے۔

جناب رسالتمآب ﷺ نے فرمایا ہے کہ "اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰۃُ الْمُؤْمِنِ" یعنی "مسلمان مسلمان کا آئینہ ہوتا ہے۔" اس سے مراد یہ ہے کہ اپنے عیب ونقصان کو ایک دوسرے سے معلوم کرے اور جب تیرے بھائی نے مہربانی سے تنہائی میں تیرا عیب کہا تو چاہیئے کہ اس کا احسان مان اور خفا نہ ہو۔

اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص تجھے اطلاع کرے کہ تیرے کپڑے کے اندر سانپ یا بچھو ہے تو اس سے خفا نہ ہوگا۔ بلکہ اس کا احسان مانے گا۔ سب سے برے اخلاق آدمی میں سانپ اور بچھو کی مانند ہیں۔ مگر ان کا زخم قبر میں ظاہر ہوتا ہے اور ان کا زخم روح پر ہوتا ہے۔ وہ اس جہان کے بچھو سے زیادہ موذی ہیں۔ اس واسطے کہ ان کا زخم بدن پر ہوتا ہے۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس پر خدا کی رحمت ہو جو میرے عیب کو میرے سامنے ہدیہ لائے۔ جب حضرت سلمان رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو فرمایا: اے سلمان! سچ سچ بتاؤ میرا وہ احوال جو تمہیں برا معلوم ہو۔ تم نے کیا دیکھا اور کیا سنا۔ انہوں نے کہا مجھے اس امر سے معاف رکھیئے فرمایا ضرور بیان کرو۔ جب بہت اصرار کیا تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ ایک وقت میں آپ کے دستر خوان پر دو طرح کا کھانا ہوتا ہے اور آپ کے پیراہن دو ہیں۔ ایک دن کا اور ایک رات کا۔ آپ نے فرمایا: یہ دونوں باتیں نہیں ہیں اور کچھ سنا ہے کہ نہیں۔

حذیفہ اعمشی نے یوسف اسباط رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ میں نے سنا ہے کہ تو نے اپنا دین دو جو کے بدلے بیچ ڈالا۔ یعنی بازار میں کسی چیز کی تو نے خریداری کی۔ مالک نے کہا یہ چیز ایک دانگ کی ہے۔ تو نے کہا تین ملسوج یعنی دو حبہ قیمت ہے۔ اس نے اس واسطے دے دی کہ تجھے پہچانتا تھا۔ تو اس نے یہ مسافت اور رعایت تیری

دیانتداری اور پرہیز گاری کے سبب سے کی۔ غفلت کا نقاب سر سے اُتار اور خواب غفلت سے بیدار ہو۔

اے عزیز جان! جس نے قرآن اور علم حاصل کیا اور پھر دنیا کی رغبت کی مجھے خوف ہے کہ وہ خدا کی آیتوں سے بازی کرتا ہے۔ پس دین کی رغبت کی نشانی یہ ہے کہ آدمی کو چاہئے کہ نصیحت کی باتوں سے ناصح کا احسان مند ہو۔ حق تعالیٰ نے جھوٹوں کی شان میں ارشاد فرمایا:

"وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ" اور جو شخص ناصح کو دوست نہیں رکھتا۔ اس سبب سے غرور تکبر اس کے دین اور عقل پر غالب ہو جاتا ہے۔ یہ سب اس جگہ ہوتا ہے کہ آدمی اپنے عیب سمجھے ہی نہیں اور اگر سمجھ جائے تو اشارۃً نصیحت کرنا چاہئے۔ نہ صراحتہً اور علانیۃً کرنا چاہئے۔

اور اگر وہ اس قسم کا عیب ہے کہ تیرے ہی بارے میں تقصیر کی ہے تو اسے پوشیدہ کرنا اور اس سے انجان بن جانا اولیٰ ہے۔ بشرطیکہ دوستی سے دل سے نہ پھر جائے گا تو چھپا کر غصہ کرنا قطع محبت سے اولیٰ ہے اور قطع محبت جھگڑنے اور زبان درازی کرنے سے بہتر ہے۔ چاہئے کہ صحبت رکھنے سے مقصود یہ ہو کہ پیر بھائیوں سے برداشت اور تحمل کرنے سے تو اپنے اخلاق درست کرے۔ یہ نہیں کہ ان سے بھلائی کی اُمید کرے۔

ابو کتانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میرا ایک مصاحب تھا۔ اس کے سبب سے میرے دل پر گرانی تھی۔ میں نے اس نیت سے اسے کچھ دیا کہ میرے دل سے گرانی نکل جائے۔ مگر نہ نکلی۔ آخر اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لایا اور کہا اپنا کف پا میرے منہ پر رکھ۔ اس نے کہا ہرگز ہرگز یہ امر نہ ہوگا۔ میں نے کہا ضرور بالضرور اور خواہ مخواہ ایسا کر۔ حتیٰ کہ اس نے اپنا تلوا میرے منہ پر رکھا تو وہ گرانی میرے دل سے جاتی رہی۔

ابو علی رباطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ عبداللہ رازی کا رفیق ہو کر میں سفر گیا۔

انہوں نے کہا راستے میں سردار رہوں یا تم رہو گے۔ میں نے کہا تم رہو۔ انہوں نے کہا جو کچھ میں کہوں، میری فرمانبرداری کرنا۔ میں نے کہا بسر و چشم، انہوں نے توبرہ مانگا۔ میں نے لا کر حاضر کیا۔ زادراہ اور کپڑے جو کچھ پاس تھا اس میں بھر کر انہوں نے اپنی پیٹھ پر لادا اور چل نکلے۔ ہر چند ان سے میں نے کہا مجھے دیجئے تاکہ آپ تھک نہ جائیں۔ انہوں نے کہا کہ تمہیں سردار پر حکومت نہیں پہنچتی ہے۔ تم فرمانبردار رہو۔ ایک رات مینہ برسنے لگا۔ صبح تک میرے اُوپر کمبل تانے کھڑے رہے تاکہ مجھ پر مینہ نہ پڑے۔ جب میں گفتگو کرتا تو کہتے میں سردار ہوں تو فرمانبردار رہو میں اپنے دل میں کہتا کہ کاش میں انہیں سردار نہ بناتا۔

چھٹی قسم: جو بھول چوک اور قصور ہو جائے اسے بخش دینا ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ اگر کوئی بھائی قصور کرے تو ستر طرح کی عذر خواہی تو اپنی طرف سے کر۔ اگر نفس قبول نہ کرے تو اپنے دل سے کہہ کہ تو نہایت بدخو اور بدذات ہے کہ تیرے بھائی نے ستر عذر کیے اور تو نے نہ مانا۔

اگر وہ قصور ایسا ہے جس میں گناہ ہو تو اس کو لازمی ہے نصیحت کرتا کہ چھوڑ دے اگر اس پر وہ اصرار نہیں کرتا تو خود نادان اور انجان بن جا اگر اصرار کرتا ہے تو اس کو نصیحت کر اور اگر نصیحت سودمند نہ ہو تو اس مسئلہ میں صحابہ کا اختلاف ہے کہ پھر کیا کرنا چاہیے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ اس سے قطع محبت کرنا چاہیے۔ کیونکہ جب اللہ واسطے دوستی کی تو اب بھی خدا ہی کے واسطے اسے دشمن بنا۔

حضرت ابوالدرداء اور صحابہ رضی اللہ عنہما کے ایک گروہ نے کہا ہے کہ قطع محبت نہ کرنا چاہیے۔ اس واسطے کہ اُمید ہے کہ اس گناہ سے وہ پھر جائے۔ لیکن ایسے شخص سے ابتداءً دوستی کرنا نہ چاہیے۔ جب محبت کر چکے تو قطع اُلفت نہ کرنا چاہیے۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ بھائی کو کوئی گناہ کرنے کے سبب

سے نہ چھوڑ دے۔ اس واسطے کہ شاید آج کرتا ہے کل نہ کرے۔ حدیث شریف میں ہے کہ عالم کی خطا سے حذر کرو۔ اس سے قطع عقیدت اور ترک محبت نہ کرو۔ اُمید ہے کہ اس گناہ سے جلد باز آئے۔

بزرگان دین میں دو دوست بھائی تھے۔ ان میں سے ایک خواہش نفسانی کے سبب سے کسی پر عاشق ہو گیا اور اپنے دوست سے کہا کہ میرا دل بیمار ہوا ہے۔ مجھے عشق کا آزار ہوا ہے۔ تیرا جی چاہے تو عقد اخوت چھوڑ دے۔ رشتہ محبت توڑ دے۔ اس نے کہا معاذ اللہ میں ایک گناہ کے سبب سے تیری دوستی چھوڑ دوں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ایک مرض عشق کی وجہ سے رشتہ محبت توڑوں اور عزم بالجزم کر لیا کہ میرے دوست کو شافی برحق اس مرض سے جب تک شفا عنایت نہ کرے گا نہ کھانا کھاؤں گا نہ پانی پیوں گا۔ بالکل فاقہ کروں گا۔ چالیس دن نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ پھر پوچھا کہ کیا حال ہے۔ کہا وہی حال ہے وہی اندوہ وملال ہے۔ پھر آب ودانہ سے صبر کیا اور دبلا ہونے لگا۔ یہاں تک کہ اس نے آکر کہا کہ اب فضل خدا ہو۔ میرا دل عشق سے ٹھنڈا ہوا۔ تب اس دوست صادق نے کھانا کھایا اور شکر خدا بجا لایا۔ ایک شخص سے لوگوں نے کہا کہ تیرا بھائی دینداری چھوڑ کر مصیبت میں پڑا ہے تو اس سے دوستی کیوں نہیں چھوڑ دیتا۔ اس نے جواب دیا کہ اسے آج بھائی کی بڑی ضرورت ہے۔ اس واسطے کہ اس کا کام خراب ہو گیا ہے۔ میں اسے کیونکہ چھوڑ دوں بلکہ یہ تو اس کی دست گیری کا وقت ہے کہ مہربانی کر کے اسے سمجھاؤں اور دوزخ سے بچاؤں۔

بنی اسرائیل میں دو دوست تھے۔ دونوں ایک پہاڑ پر عبادت کیا کرتے تھے۔ ایک ان میں سے شہر میں کوئی چیز خریدنے گیا۔ قضا کار اس کی نگاہ ایک خراباتی عورت پر پڑی۔ عاشق ہو کر وہیں رہ گیا۔ جب کئی دن گزر گئے تو اس کا دوست ڈھونڈنے نکلا اور یہ ماجرا سن کر اس کے پاس آیا۔ یہ شرمندہ ہو کر بولا میں تجھے نہیں جانتا۔ اس نے

جواب دیا! اے بھائی تو کچھ ترود نہ کر مجھے جتنی مہربانی تیرے ساتھ آج کے دن ہے پہلے ہرگز نہ تھی اور اس کے گلے میں ہاتھ ڈال کر بوسہ دیا۔ جب اس نے اتنی مہربانی دیکھی تو سمجھا کہ میں اس کی نظروں سے نہیں گرا ہوں اُٹھا اور توبہ کی اور اس کے ساتھ چلا گیا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا مذہب سلامتی سے نزدیک ہے اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا طریقہ بہت پاکیزہ اور فقیہانہ ہے۔ اس واسطے کہ توبہ کا سبب ہوتا ہے اور آدمی کو عاجزی اور درماندگی کے وقت دینی بھائیوں کی حاجت پڑتی ہے تو ان کو کیونکر چھوڑ دیں۔ فقہ کی وجہ ہے کہ دوستی کا عقد جو باندھا تھا تو وہ قرابت کا حکم رکھتا ہے۔ تو گناہ کے سبب سے قطع رحم کرنا درست نہیں ہے۔ اسی واسطے حق تعالیٰ نے فرمایا "فَاِنْ عَصَوْکَ فَقُلْ اِنِّیْ بَرِیْءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ" یعنی "قرابت والے تیری نافرمانی کریں تو کہہ دے کہ میں تمہارے عمل سے بیزار ہوں۔ یہ نہ کہہ کہ میں تم سے بیزار ہوں۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے کہا کہ تمہارا بھائی گناہ کرتا ہے تم اس سے دشمنی کیوں نہیں رکھتے۔ کہا میں اس کے گناہ سے تو بیزار ہوں لیکن وہ میرا بھائی ہے مگر ابتداء میں ایسے آدمی سے برادری نہ کرنا چاہئے کہ برادری نہ کرنا خیانت نہیں ہے۔ مگر صحبت قطع کرنا خیانت ہے اور اس کا حق چھوڑ دینا ہے جو پہلے ثابت ہو چکا ہے۔ مگر سب علماء نے یہ کہا ہے کہ اگر برادر نے تیرے حق میں تقصیر کی ہے تو اس کو بخش دینا اولیٰ ہے اور اگر وہ عذر خواہی کرے تو گو کہ تو جانتا ہو کہ جھوٹا ہے مگر عذر قبول کر لے۔

رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کا عذر قبول نہ کرے گا تو یہ اس شخص کے گناہ کی مانند ہے جو راستے سے مسلمانوں سے خراج لے اور فرمایا کہ مسلمان جلد خفا ہوتا ہے اور جلد خوش ہوتا ہے۔

حضرت ابو سلیمان درانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرید سے کہا جب کسی دوست

سے کوئی جفا دیکھے تو اس پر عتاب نہ کر۔ شاید عتاب کرنے سے تو ایسی بات سنے جو اس جفا سے سخت ہو۔ مرید نے کہا کہ میں نے جب اس بات کو آزمایا پیر کی نصیحت کے موافق پایا۔

ساتویں قسم یہ ہے کہ تو اپنے دوست کی زندگی میں اور موت کے بعد دعا کے ساتھ یاد کرے اور جس طرح اپنے زن و فرزند کے واسطے دعا کرتا ہے اسی طرح اس کے زن و فرزند کے لئے بھی دعا کرے اور در حقیقت وہ دعا اپنے حق میں ہے۔

رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کے واسطے اس کے پیٹھ پیچھے دعا کرتا ہے۔ تو فرشتہ دعا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تجھے بھی یہ بات حاصل ہو اور ایک روایت میں یوں وارد ہے۔ کہ خود حق تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہے کہ میں پہلے تیرا مدعا بر لاؤں گا اور رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ دوستوں کو جو دعا مصیبت میں ہو حق تعالیٰ اسے رد نہیں فرماتا۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ میں ستر دوستوں کا نام سجدہ میں لیتا ہوں اور ہر ایک کے واسطے دعا کرتا ہوں۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ بھائی وہ ہے۔ جو تیری موت کے بعد دعا کرے کہ وارث مال میراث لینے میں مشغول ہوں اور اس بات کا اندیشہ کرے کہ حق تعالیٰ جل شانہ اور تجھ سے کیسے نبھے گی۔

رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ مردہ مثال اس کی سی ہے جو ڈوبتا ہو اور سہارا ڈھونڈتا ہو۔ مردہ بھی زن و فرزند اور دوستوں سے دعا کا منتظر رہتا ہے اور زندوں کی دعا نور ہو کر مردوں کی قبروں میں پہنچتی ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ دعا کو نور کے طباقوں میں مردوں کے سامنے پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلانے شخص کا ہدیہ ہے۔ مردے اس طرح خوش ہوتے ہیں جس طرح زندے ہدیہ سے خوش ہوتے ہیں۔

تو گلشن زہراؓ کی وہ خوش رنگ کلی ہے
جس کے نفس گرم میں خوشبوئے علیؓ ہے

آئینہ رحمت ہے تیرا حسن سراپا!
ہر بات تری خلق محمد ﷺ میں ڈھلی ہے

نانا ہیں تیرے مالک و مختار دو عالم
یہ رسم سخاوت کی ترے گھر سے چلی ہے

ہوتا ہے ترے قرب سے عرفان محمد ﷺ
انوار مدینہ کی امین تیری گلی ہے

پیکر ترا سرچشمہ انوار شریعت
کردار تیرا حسن کا عنوان جلی ہے

ہر سمت ترے فیض کا چرچا ہے جہاں میں
ہر فرد ترے گھر کا جہاں پر ہے ولی ہے

اے شاہ جماعتؒ میں تری شان کے صدقے
جب نام لیا تیرا مصیبت بھی ٹلی ہے

دل لوٹنے والی ہیں تری ساری ادائیں
صورت بھی بھلی ہے تری سیرت بھی بھلی ہے

ہوتا ہے تصور سے ترے قلب مجلی
تو پرتو آئینہ نور ازلی ہے

خالدؔ مری قسمت کا ستارہ ہے درخشاں
اس کو ہے میرا پاس جو ولیوں کا ولی ہے

سلام

شانِ شاہ جماعتؒ پہ لاکھوں سلام
شاہکار ولایت پہ لاکھوں سلام

جس نے دیکھا تمہیں دیکھتا رہ گیا
ایسی شکل وشباہت پہ لاکھوں سلام

جس کے رخ پر شریعت کے انوار ہیں
اس کی نورانی صورت پہ لاکھوں سلام

ہے متاع محبت کا جس سے بھرم
اس سراپا محبت پہ لاکھوں سلام

جس کے چرچے عرب اور عجم میں ہوئے
اس کی شان اور شوکت پہ لاکھوں سلام

جس کے صدقے ملیں بے بہا نعمتیں
حق تعالیٰ کی نعمت پہ لاکھوں سلام

جو ہے آئینہ سیرت مصطفیٰ
ایسے کامل کی سیرت پہ لاکھوں سلام

جس کی نسبت نے ہم کو تشخص دیا
اس کی پاکیزہ نسبت پہ لاکھوں سلام

اہل الفت کے حاجت روا پر درود
اہل نسبت کی نسبت پہ لاکھوں سلام

تذکرہ جس کے رخ کا ہے کیف آفریں
اس کے حسن عقیدت پہ لاکھوں سلام

سر سے پا تک کرم کی جو تصویر ہے
ایسے پیر طریقت پہ لاکھوں سلام

وہ محدث اعظم فقیہہ زماں
اس کی فہم و فراست پہ لاکھوں سلام

آشکارا ہے جو آئینے کی طرح
ایسی روشن حقیقت پہ لاکھوں سلام

جس کے سینے میں جلوے ہیں قرآن کے
اس کے سینے کی وسعت پہ لاکھوں سلام

جو مرادوں کے گوہر لٹاتا رہا
اس سخی کی سخاوت پہ لاکھوں سلام

رہبر سالکان دستگیر جہاں
ترجمان حقیقت پہ لاکھوں سلام

اک کرامت ہے جس کی حیات مبیں
اس سراپا کرامت پہ لاکھوں سلام

گلشن مصطفٰی کے مہکتے ہوئے
سارے پھولوں کی نکہت پہ لاکھوں سلام

جس نے دیکھا ہے خالد یہ کہتا گیا
جلوہ شان قدرت پہ لاکھوں سلام

﴿تعاون کنندگان﴾

-1	زاہدہ عابدہ سیّدہ صوفیہ بی بی علی پور سیداں شریف المعروف آپا جی سرکار	1000
-2	حافظ محمد بشیر، حاجی شبیر احمد جماعتی	3500
-3	نصیر احمد جماعتی	3500
-4	چودھری محمد صادق جماعتی	3000
-5	چودھری شوکت علی جماعتی	2000
-6	باجی سکینہ بی بی زوجہ محمد اسلم تھانیدار	2000
-7	حاجی شوکت علی جماعتی	1500
-8	حاجی محمد اقبال جماعتی، سپرا یگرو	1500
-9	محمد ریاض جماعتی، سپر یونائیٹڈ	1000
-10	محمد آصف جیلانی جماعتی	1000
-11	میاں جاوید اقبال جماعتی، انسپکٹر لاہور	1000
-12	چودھری محمد ریاض جماعتی ایڈووکیٹ	1000
-13	حاجی عبدالرشید بٹ جماعتی	1000
-14	محمد حفیظ بٹ جماعتی	1000
-15	حاجی صوفی رانا عبداللطیف جماعتی	1000
-16	حاجی محمد بوٹا جماعتی منہاس	1000
-17	حاجی محمد بشیر رحمانی جماعتی	1000
-18	میاں محمد رفیع جماعتی	1000
-19	مستری محمد یونس جماعتی	500
-20	باجی شہناز بی بی	500
-21	حاجی محمد ابراھیم جماعتی	500
-22	بدست نصیر احمد جماعتی	500

مسجد نور کا خوبصورت منظر

Sajjad Composing Centre, GRW. Tel: 055-3859690